

442

سلسلة ندوة المصنفین

(۱۱)

وَحْدَةُ الْوِجْدَنُ

تَالِيفٌ

بِجَرِ الْعِلُومِ عَلَامَهُ عَبْدُ الْعَالِيِّ انصاریِّ لکھنؤی

مُخْرِج

بِيَانِ مَسْلَكِ وَحدَةِ شَهْوَدِ

حَضْرَتِ اَمَامِ رِبَابِیِّ مُجَدِّدِ الفُقَرَاءِ ثَانِي شَیخِ اَحْمَدِ فَارُوقِیِّ سِرِینَدِیِّ

رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمَا

ندوة المصنفین ماردو بازار - دہلی ۴۵

صحیح اول

بیع الشانی ۱۳۹۱ھ مطابق جون ۲۰۱۸م
الشمارہ علیسوی

۵۳۰/۶

قیمت مجدد دو روپے پیاس پیسے (۲/۵)

کتاب

حضرت بنوری

۶

مطبوعہ

جمال پرنگ پریس دہلی ۶

تعارف

حضرت مولانا شاہ زید ابوالحسن سجادہ نشین خانقاہ حضرت میرزا مظہر جان جانانو
د معروف پر درگاہ حضرت شاہ ابوالنجیز (رحمۃ اللہ علیہمَا) سجادہ نشین ہوئے کے باوجود اعلیٰ
درجے کا علمی مذاق رکھتے ہیں اور اپنے وقت کا پڑا حصہ مطالعہ و تحقیق ہے، صرف کرتے ہیں۔
اسی مذاق علمی اور ذوق تحقیق کا اثر ہے کہ موصوف کی اپنی ذاتی لائبریری میں قلمبی اور
مطبوعہ کتب دینیات کا نکھرا ہوا ذخیرہ موجود ہے۔

پچھے دونوں بالتوں میں تذکرہ آگیا کہ "وحدت الوجود" کے سلے پر علامہ
عبدالعلی لکھنؤی کا قلمی رسالہ ان کے کتب خانے میں موجود ہے۔ میں نے کئی سال
ہوئے اس رسالے کا ذکر شفارالمذکور حکیم عبدالمطیف صاحب لکھنؤی مرحوم سے
سن اتھا۔ اسی وقت سے اس کے مطالعہ کا شوق تھا۔ جیسے ہی مولانا تھے پہ بارہت
ہوئی خیال آیا کہ اس نایاب علمی تھی کہ ترجمہ کیوں نہ فدائی کر دیا جائے۔ چنانچہ ہر ہی
اپنا خیال مولانا پر ظاہر کیا اور انھوں نے رسالے کا بامحابودہ ترجمہ کر دیا۔ ترجمہ سامنے آیا۔
تو دہن میں یہ بات آئی کہ مسلکہ وحدت الوجود علمی نزراکتوں میں کہا جاؤ گے۔

علمائے ظاہر اور علمائے ہاطن کے یہاں اس میں بڑے بڑے محركے ہوئے ہیں اور میدان
کے ان شہسواروں نے خوب خوب لٹھو کریں بھی کھائی ہیں اس لئے مناسب ہو گا کہ نظریہ
"وحدت الوجود" کے مباحثہ حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہمَا) کے مشہور معرف نظریہ
"وحدت شہود" کا بھی خلاصہ آجائے جو اقرب الی الشریعہ ہے۔ مولانا نے بکمال تہمت مجدد صفا
کے مکتوبات کے وہ تمام ضروری حصے چھان کر کھو دیئے جن میں "وحدت شہود" کے مسلک
پر کلام کیا گیا ہے۔ اس طرح موصوف کی کاوش اور عرق ریزی کی بدولت زیر نظر بھجوئے

میں دلوں نقااطِ نظر کا عطر مع اصل کتاب کے آگیا ہے۔

متقدِ میں مشائخِ چشت کے یہاں اگرچہ مسئلہ "وحدت الوجود" کی غیر عمولی اہمیت تھی بلکہ جذبہ خدمتِ خلق اور روحانی ترقی کیلئے وہ اس کو ایک درجے میں اجراء کے ایمان ہے۔ بلکہ کرتے تھے لیکن عوام میں اسکی تشهیر کو وہ بھی ضرر سا خیال کرتے تھے اور واقعہ بھی ہی شامل کرتے تھے لیکن عوام میں اسکی تشهیر کو وہ بھی ضرر سا خیال کرتے تھے اور واقعہ بھی ہی ہے کہ مسئلہ اس قدر نازک اور پھرپڑہ ہے کہ ہر کسی ناکس اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ بلکہ اس کا گرامی کے دلائل میں بھنس جاتا ہے۔ اس مسئلہ پر شاید مثال صادق آتی ہے کہ ایک شخص کی خواہ دوسرے کیلئے زیہر ہے۔ صوفیا کیلئے وحدت الوجود پر اعتقاد مرتب روحانی اور مدارج ایمانی کے ارتقاء کیلئے ناگزیر تھا لیکن عوام میں اسکی تعبیریں کفر وال حاد کا ذریعہ بن گئیں۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اس فلسفے کے سب سے طبعے شارح سمجھے کئے ہیں۔ ان کے نظر پر کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کے علاوہ کائنات میں کوئی چیز موجود نہیں یا یہ کہ جو کچھ موجود ہے سب خدا ہی ہے۔ لا موجود آتا ہو۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ اہل ظاہر کے نزدیک خدا سلسلہ کائنات سے بالکل علیحدہ ایک جدا گانہ ذات ہے کان اللہ و لم یکن معہ شی "صوفیا کے یہاں سلسلہ کائنات الک" با وحدت حق زکر ثبت خلق چہ پاک نہ صد جائے اگر گرہ زنی رشتہ بکیست دھائے میں جو گرہیں رکاوی جاتی ہیں ان کا وجود اگرچہ دھائے سے ممتاز نظر آتا ہے حقیقت میں دھائے کے سوا گرہ کوئی زائد چیز نہیں۔ صرف صورت بدل گئی ہے۔ علماءِ ظاہر اس تعبیر کو احتیاط کے خلاف خیال رتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے اس رسالے کے پڑھنے والے اہل علم میں بھی خال خال ہی ٹھیں۔ عام قارئین کا تو سوال ہی کیا ہے سے یہیں "ندوۃ المصنفین" اس کو شائع کر کے مطمئن ہی کہ ایک ہم علمی خدمت انجام پائی جو اس ادایے کے قیام کا اہم مقصد ہے۔ دیکھ ربيع الثانی ۱۴۹۷ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۷۸ء) رضتی، عتیق الرحمن مثافی۔ ندوۃ المصنفین

مقدمة

یہ عاجز تر نظر رسالہ "وحدة الوجود و شہود المحو فی کل موجود" تالیف
علامہ عبد العالیٰ بحر العلوم کا مطامعہ کر رہا تھا۔ حسن اتفاق سے حضرت مولانا
مفتوح عقیق الرحمن صاحب عثمانی مدظلہ العالیٰ تشریف نے آئے۔ آپ نے اس
رسالہ کو دیکھ کر فرمایا کہ اگر اس رسالہ کا مطلب خیز ترجمہ اردو میں کرو یا جائے
اور ساتھ ہی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی
قدس سرہ کا مسلک بھی بیان کرو یا جائے تو یہ ایک مقید علمی کام ہو گا۔ اور
مسئلہ کو صحیح طور پر صحیح نہیں بڑھی مدد ملے گی۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ و عالم حسانہ کا کرم و احسان ہے کہ اس نے اس
عاجز کو یہ توفیق دیتی کہ رسالہ کو آپ اردو کے قالب میں جلوہ گرد کیا ہے ہیں
اور حضرت مجدد کا مسلک بھی اپنے اپنے مقام پر شریجات ذیلی میں واسطع کر دیا گیا ہے۔
خدا کرے یہ رسالہ طالبینِ حقیقت کیلئے مفید ثابت ہو۔ اس عاجز
کیلئے یہ بات بھی موجبِ مسترت و امتنان ہے کہ حضرت مفتی صاحب اس رسالہ کی
طباعت اشاعت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو وارین میں جزاً خیر مرحمت
دو خذنبہ ۲۳ نومبر ۱۹۶۷ء ابو الحسن زید فاروقی
۲۳ اردو ستمبر ۱۹۶۷ء درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر حنفی قبردہلی ع

لِمَنْ شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَعْلَمْ هُنَّ الظَّاهِرُونَ
لِمَنْ بَدِئَتِ النُّورُ حَمْدًا مَا لَهُ حَمْدٌ وَلَا مَحْمَصَى
رَسُولُ اللَّهِ عَلَى نُورٍ كَزُوْشَدِ نُورٍ هَا بِسِيرًا

"دحدہ الوہود و شہرہ الموقنی کل موجود" علامہ محمد العلی
الھماری تھامنی رحمہ اللہ کا ہے۔ آپ نے اس بحالت میں حضرت شیخ اکبر
قدس سرہ - امساک توحید کو بیان کیا ہے۔ آپ کا رسالہ فارسی میں ہے
اُس کو اردو میں بیان کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر
طور پر حضرت شیخ اکبر اور حضرت مؤائف کے حالات بھی بیان کر دیجے جیں
اور جو نکره یہ بجز حضرت محمد قدرس سرہ امساک ذیلی تشریفات میں
بیان کر رہا ہے۔ اس لئے آپ باتا بھی مختصر حال ذکر کیا جا رہا ہے -
وَاللَّهُ الْمُوْفَقُ وَالْمُعِينُ

حضرت شیخ اکبر آپ کا اسم مُحَمَّد کنیت ابو بکر لقب محبی الدین
حضرت شیخ اکبر ہے۔ آپ فرزند علی بن محمد الحاتمی الطانی ہیں۔
آپ کی شہرت ابن عربی کے نام سے ہے اور ابن العربي بھی کہا جاتا ہے
علامہ ثہبیان نے جامع کرامات الاولیاء میں لکھا ہے کہ شیخ الشیور

غوثہ زماں ابو مدن، این عربی کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ انھوں نے آپ کو شیخ اکبر کا لقب دیا ہے۔

آپ کی ولادت شبِ دوشنبیہ اور رمضان ۶۵ھ کو مرسیہ میں ہوئی جو کہ اندرس کا ایک شہر ہے۔ آپ نے وہاں کے اکابر علماء سے علم دین پڑھا۔ ائمہ سبده کی قراءات مشہور قاریوں سے پڑھیں پھر اندرس سے چہات شرق کی طرف روانہ ہوئے۔ کچھ مدت ارض روم میں قیام کیا۔

وہاں سے چجاز گئے۔ مگر مکرمہ میں "فتوحاتِ مکیہ" لکھی۔ وہاں سے عراق ہوتے ہوئے ملکِ شام گئے۔ دمشق میں قیام کیا۔ شبِ جمعہ ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۸ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔ حبیل قاسیوں میں مدفن ہوئے۔ اور وہ مقام صالحیہ کے نام سے مشہور ہے۔ رحمۃ اللہ۔

علامہ نبہانی نے لکھا ہے۔ کہ ابتدائیں آپ کی قیرظاہرنہ تھیں آپ نے اپنے کسی رسالہ میں لکھا ہے۔ اور میراخیال ہے کہ وہ رسالہ "الشجرة النعمانية" ہے۔ اذا دخل السین فی الشین ظهر قبر محی الدین۔ یعنی جب شین میں سین داخل ہوگا۔ تو محی الدین کی قبر ظاہر ہو جائے گی شین سے مراد ملکِ شام ہے۔ اور سین سے سلطان سلیمان عثمانی سلطان سلیمان ۹۲۳ھ کو دمشق گئے۔ انھوں نے آپ کے مزار کو بنوایا۔ اور اسی کے پاس ایک مسجد شریف بھی بنوائی۔

ملکِ مظفر الیونی نے آپ سے علوم اور کتب کی اجازت طالب کی۔ آپ نے ان کو اجازت نامہ لکھ کر دیا۔ علامہ نبہانی نے اپنی کتاب

ایک جماعت نے ان کی مخالفت کی ہے۔ کسی نے ان پر کفر کا حکم کیا ہے۔ کسی نے اُن کو زندiq و ملحد قرار دیا ہے۔ اور کسی نے کہا ہے کہ وہ اس امت کے شیطان ہیں۔ اور ایک جماعت نے توقف کیا ہے۔ علامہ ابن عمار خبیلی نے "شذرات النیب" میں لکھا ہے۔ کہ اس جماعت کے امام و سرکرد شیخ الاسلام علامہ نووی ہیں جب ان سے آپ کے متعلق فتویٰ طلب کیا گیا۔ تو انہوں نے یہ آیت شریفہ تحریر فرمائی۔ تِلَكَ أَمْةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْلُوْنَ عَمَّا كَانُوا لِيَعْمَلُوْا ریغی وہ ایک جماعت تھی جو گزر حکی جوانہوں نے کیا ان کے واسطے ہے، اور جو تمہنے کیا تمہارے واسطے ہے اور تم سے اُن کے کاموں کی پوچھنہ ہیں ہو گئی۔) امام نووی کا اتباع علماء کثیر نے کیا ہے۔ اور اکابر علماء میں سے ایک جماعت ایسی بھی تھی جو کہ ان کی ولایت اور بزرگی کی معرفت تھی۔ لیکن عوام کے سامنے ان کو بُرا کہتی تھی اس جماعت میں سے سلطان العلماء علامہ عز الدین ابن حبید الاسلام اور امام یافعی ہیں اور اکابر میں سے ایک بڑی جماعت ان کے علم و فضل اور ولایت کی معرفت ہے۔ ان میں سے علامہ مجدد فیروزنا پادی۔ علامہ ابن کمال باشا۔ علامہ ابن حجر عسکری۔ شیخ الاسلام زکریا اور علامہ جلال الدین سیوطی ہیں۔ علامہ سیوطی نے اس سلسلہ میں دو رسائل بھی لکھے ہیں۔ علامہ ابن الزملکانی نے "فصل حکم" کی شرح لکھی ہے۔ اور ابن عربی کی حمایت کی ہے۔

امام یافعی نے "مرآۃ الجنان" میں اور رسولانا چامی نے "نفقات الانس"

نہیں اور راہن مخواستہ "شذِرِ اَنْزَلْ بُب" میں لکھا ہے، کہ نہ سُت شیخ اکبر
در مارقی ت امام الطریفیت شیخ شہر باب الدین صہب ورد و قوس اسے
تے جوںی سائیک نے دوسرے کو دیکھا اور جو اب تو گئے۔ ان کے دو
کو اپنے نہیں ہوں۔ بعد میں شیخ اکبر سے شیخ سہب زردی کے متعلق پوچھا گیا۔
اپ نے فرمایا کہ وہ از سرتاقد، سندت مظہرہ سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور شیخ
سہب زردی سے شیخ اکبر کے متعلق دریافت یافت گیا۔ تو اپ نے فرمایا ہو و مجر
بلے ت اُن رواد حقائق کی سمندر میں،

مولانا جامی لکھتے ہیں۔ کہ جناب شیخ پر ملعون و تشیع کی تبری وجہ ان کی
لت اب فصوص الحکم " ہے۔ اور اس میں کلام نہیں کہ ملعون کرنے والوں کی
مشکل، التقلید و تحصیب ہے۔ ان کی مصططلیات سے خبری۔ یا ان
معزل و مصالق کا تھوڑی جتنی کوششوں نے اپنی تحقیقات میں بیان کیا ہے
آپ نے اپنی تاییثات میں اور بخوبی " فتوحات مکیہ " اور فصوص الحکم " میں
میں اس مقدار میں حقائق اور معرفت کو بیان کیا ہے کسی ایک کتاب میں
لکھی نہیں ہیں اور نہ اس جماعت کے کسی فرد سے ظاہر ہوئے ہیں۔ میں نے
ذرا بزرگ بران الدین ابوالنصر پارسا قدس سرہ۔ سے سنا کہ میرے حضرت والد
نے فرمایا ہے " فصوص " جان بنے اور " فتوحات " دل۔ اور حضرت والد
نے اپنی کتاب " فصل الخطاب " میں جہاں بھی قال بعض الکبار العارفین
لکھا ہے۔ اس سے مراد حضرت شیخ اکبر قدس سرہ ہیں۔
حضرت مجدد قدس سرہ ان افراد میں سے جن پر اللہ تعالیٰ نے

علم ظاہر اور علم باطن کے ابواب کھول دیئے تھے۔ آپ اسرارِ دینیہ و احکام شرعیہ سے کما حقہ واقع ہونے کے ساتھ طریقہ اور حقیقت کے روزنے سے بھی پوری طرح باخبر تھے۔ آپ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کے مسلک سے نہ صرف ازروں کے ترتیب و اتفاق تھے، بلکہ خود آپ پر وہ حوال گزرے تھے۔ آپ نے اپنے مکاتیب میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ اور جب آپ نے بعض مسائل میں شیخ اکبر سے اختلاف کیا۔ تو بعض افراد آپ کو توحید وجودی کا مخالف سمجھنے لگے۔ چنانچہ آپ اس سلسلہ میں دفتر اول کے مکتب ۲۹۔ میں تحریر فرماتے ہیں: "تعجب ہے کہ یہ جماعت (یعنی توحید وجودی والے) اس دردش کو توحید وجودی کا قائل نہیں سمجھتے۔ بلکہ توحید وجودی کے مخالف علماء میں شمار کرتے ہیں۔ انہیں آپ نے جانب شیخ سے بعض مسائل میں اختلاف فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ دفتر دوم کے مکتب ۳۴ میں لکھتے ہیں: "امور خلافیہ جیسے مسلکہ توحید وغیرہ میں علماء کا مشايخ سے اختلاف از راہ نظر و استدلال ہے اور فقیر کا اختلاف مشايخ سے از راہ کشف و شہزاد ہے۔ علماء مان امور کے قیچ کے قائل ہیں۔ اور یہ فقیر پر شرط عبوران امور کے حُسن کا قائل ہے۔" انہی معہ نہ رہا آپ شیخ اکبر کے متعلق دفتر دوم کے پہلے مکتب میں لکھتے ہیں: "اس جماعت میں شیخ اکبر سے پہلے ان علم و اسرار میں کسی نے زبان نہ کھوائی تھی۔ اور اس حدیث کو اس طریقہ سے کسی نے بیان نہ کیا تھا۔ اگرچہ احوال مسکر میں ان کی زبان پر "أنا الحق" اور "سبحانی" جاری ہوا۔ لیکن اتحاد کی وجہ اور توحید کی منشا کو رد نہ

پاسکے۔ لہذا جناب شیخ اس جماعت کے متقدین کے لئے بربان اور متاخرین کے لئے حجت ہیں۔ اور آپ نے دفتر سوم کے مکتب ۸۹ میں تحریر فرمایا ہے، "ان شطح نما عبارات میں ریعنی مسکرا میز کلمات میں جیسے انا الحق اور سبحانی اور مانی جنتی الا اللہ میں ہنحلوں ہے اور نہ اتحاد ہے۔ صرف ظہور کی وجہ سے حمل ہے۔ اعتبار کی وجہ سے نہیں ہے جس طرح پر صحابا گیا ہے۔ اور حلول و اتحاد کی طرف لے جایا گیا ہے۔ ہاں، پرسکلہ توہید کا متقدین کے زمانے میں اچھی طرح تحریر نہ ہوا تھا۔ جو شخص مغلوب الاحوال ہوتا تھا۔ اس کی زبان پر ایسے کلمات آ جاتے تھے۔ اور وہ غلبہ مسکر کی وجہ سے اس کے بھید کو نہیں پاتا تھا۔ جب شیخ بن دگوار محی الدین بن العربي قدس سرہ کی نوبت آئی۔ تو انھوں نے اس واقعی مسئلہ کو پوری طرح شرح دلیل کے ساتھ بیان کیا۔ اور علم خود صرف کی طرح مبسوٹ اور مفصل کر کے مدون کر دیا۔ پھر اچھی ایک جماعت ان کا مطلب نہ سمجھی اور اس نے آپ کو خط وار قرار دیتے ہوئے مطعون اور ملام کیا حالانکہ اس مسئلہ میں حضرت شیخ اپنی اکثر تحقیقات میں حق پر ہیں اور اپنی پر طعن کرنے والے صواب سے دور ہیں بلکہ مسئلہ کی تحقیق سے جناب شیخ کی بزرگی اور فور علم کو سمجھنا چلہئے نہ یہ کہ ان کا رد اور ان پر طعن کیا جائے۔" اخراج آپ حضرت شیخ کی بزرگی اور ولایت کے معرفت ہیں۔ فرماتے ہیں کہ وہ مقیولان بارگاہ کریمیں سے ہیں۔

وہ حضرات جو جامع شریعت و طریقت ہیں آپ کی ولایت اور

کمالات کے معروف ہیں۔ قطب شام شیخ عبد الغنی نابلسی نے آپ کی تائید میں "الردا المستین علی منتقم العارف مجھی الدین" تحریر فرمائی ہے۔ آپ شیخ جمال الدین یوسف بن حییی بن ابو الحسن القصار سے بیعت تھے اور وہ خوشنام السید مجھی الدین عبدال قادر الجیلانی سے بیعت تھے۔ قدس اللہ اسرار ہم۔

علامہ نبہانی نے لکھا ہے کہ آپ جامع و مشق کے زاویہ امام غزالی میں پڑھا کرتے تھے اور وہاں ایک فقیہ، فقہ شافعی میں غزالی کی "کتابِ لو سیط" پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ فقیہ نہیں آئے۔ آپ تشریف فرماتھے۔ طالبانِ علم نے آپ سے خواہش ظاہر کی کہ آپ ان کو پڑھاویں۔ آپ نے فرمایا۔ میں مالکی مذہب ہوں۔ اچھا تم کتاب کھولو۔ پھر آپ نے ان کو پڑھایا اور ایسی تقریر فرمائی کہ طالبانِ علم کہہ اُٹھتے۔ ایسا سبق ہم نے آج تک نہیں سنتا تھا۔ اس بیان سے ظاہر ہے کہ آپ امام مالک کے مذہب پرست ہیں۔ لیکن علامہ ابن حجر "السان المیزان" میں لکھتے ہیں۔ "کان ظاہری المذہب فی العبادات و باطنی بالنظر فی الاعتقادات" یعنی عبادات میں وہ داؤ و ظاہری کے مذہب پرست ہے اور اعتقدات میں باطنی المذہب تھے۔ یعنی پشم بصیرت کے تبع۔ قدس اللہ اسرارہ الاقدر۔ آپ کا اسم گرامی احمد۔ کنیت ابو البرکات لقب **حضرت مجدد** بدرالدین۔ نسب فاروقی۔ وطن سرہند ہے اور آپ کی شہرت "امام ربانی مجدد القب نثانی" سے ہے۔

آپ کی ولادت شب جمعہ بعد از نصف شب ۱۷ شوال ۱۴۰۹ھ
کوارروفات روز سر شنبہ بوقت اشراق ۲۸ صفر اور ایک قول سے
۲۰ صفر ادر دوسرے قول سے ۲۹ صفر ۱۴۰۹ھ کو ہوئی۔ اور آپ
کو آپ کے فرزند اکبر حضرت محمد صادق کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ رحمہما
اللہ درضی عنہما۔

آپ کے حالات خوب تفصیل کے ساتھ آپ کے خلیفہ خواجہ
محمد لاشم کشمی اور دوسرے خلیفہ شیخ بدرا الدین سرینہری نے لکھے ہیں۔
خواجہ لاشم کی کتاب کا نام "برکات الاحمدیہ الباقیہ" معروف یہ
"زیدۃ المقامات" ہے۔ اور شیخ بدرا الدین کی کتاب کا نام "حضرت
القدیم" ہے۔ یہ دونوں کتابیں مستند اور قابل اعتماد ہیں۔ تیرھوں صدی
بیہ "محمد ز المقامات" اور "جوابر علویہ" اور "مناقب احمدیہ
مقامات" سعیدیہ میں آپ کے حالات لکھے گئے ہیں۔ اس چورھیں
صدی یعنی بنی کافی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے قابل ذکر علامہ
احسان اللہ گورکھپوری کی کتاب "مجد الف ثانی" اور جناب محمد منظور
نعمانی کی کتاب "تذکرہ مجد" اور داکٹر محمد اکرم کی کتاب "ردِ کوثر" ہی
ان کے علاوہ کافی کتابیں اور رسائلے اور مقالات ہیں جن میں
آپ کے احوال کو بیان کیا گیا ہے۔ فجزاً هم اللہ سبحانہ خیر الجزاء
یہ عاجز کہتا ہے کہ سردار دو عالم مصلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا ہے۔ مثُلُّ امْتِنَىٰ مَثُلُّ الْمَطْرِ لَهُ يُدْسَىٰ أَوْلَاهُ خَبَرُ اَمْرَ اَخْرَجَ

در واہ الترمذی، میری اُمّت کی مثال میں ہدیٰ کی مثال ہے۔ اور نہیں کہا جاسکتا کہ اُس کا پہلا حصہ خیر و برکت لئے ہوئے ہے یا پھر اس کا حصہ۔ یعنی اس خیر الامم میں ایسے افراد ظاہر ہوئے تھے رہیں گے جو آپ ہی انہی مثال ہوں گے۔

ذرق تا بہ قدم ہر کجا کر فی نگرم ۔۔ کر شمرہ دامنِ دل میکشد کر جا ایں جا سوت
آپ نے خوب تحقیق اور تدقیق کے ساتھ علمِ ظاہر حاصل کیا۔
آپ کے "رسائل سبعہ" اور مکتوباتِ شریفہ سے یہ تحقیقت اچھی طرح روشن ہے۔ شیخ صغیر احمد پیر فضل اللہ پیر عبد القادر پیر محمد بن پیر عبد الرزاق پیر محمد بن عبد الواحد۔ جو کہ حضرت محمد موصومؐ کے نواسے ہیں "ال مقاماتِ مخصوصی" معروف ہے بركاتِ مخصوصی میں لکھتے ہیں۔ کہ آپ کے تین چالہ مکتوبات اور رسائل رہیں ہیں۔ رسائل کے نام یہ ہیں۔ مبتداء معاواد۔ معارفِ لدنیہ۔ مکاشفاتِ غدیہ۔
ردِ شیعہ۔ اثباتِ نبوت۔ شرح ربانیات حضرت خواجہ بیرونگ۔
معروف ہے حضرت خواجہ باقی باللہ (رسالہ تہلیلیۃ) ان میں سے "مکاشفاتِ غدیہ" کو حضرت خواجہ محمد موصومؐ نے اور "مبتداء معاواد" کو خواجہ محمد صدیق بدخشی نے جمیع کیا ہے۔ یعنی ان کا خطبہ انھوں نے لکھا ہے اور باقی رسائل اور اول تا آخر آپؐ نے خود تحریر فرمائے ہیں رسالہ تہلیلیۃ اور اثبات نبوت عربی میں ہیں اور باقی کتابیں فارسی میں زبدۃ المقامات میں تعلیقات حوارت۔ کا نام بھی لکھا ہے۔ یہ

رسانہ بیوی کی میں ہے۔
تمہارے بھر جا حاصل کر کے آپ ٹھم باطن کی طرف متوجہ ہوئے۔ پس
آنحضرت والی خدودم عبد الالہؑ کے خلیفہ حبیثیہؓ میں بیعت ہوئے۔
درجہ کمال حاصل کیا۔ آپ رسالہ مبدل و معاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ من
دو دشمن اور دولت فردیت کی نسبت کے عروج اخیر اُسی سے مخصوص ہے، اپنے
پدر بزرگوار سے حاصل ہوئی ہے۔ اور شاد سکندر سے آپ کو نسبت
قادر یہ بنام و کمال حاصل ہوئی۔

شانہ میں آپ کے پدر بزرگ اور حالت فرمائے خندبریں
ہے۔ آپ کو مدت سے نجح کا شوق تھا۔ چونکہ رازِ ما ج ضعیف تھے
اس سے اپنے شوق کو دباتے رہے۔ حضرت والی کے استقبال فرلنے
کے بعد شانہ بھری میں آپ بے ارادہ نجح سرہند شریف سے روانہ
ہوئے۔ جب آپ رہی پنجیہ تو مولانا حسن کشمیری سے ملاقات ہوئی۔ یہ آپ
کے درستاد حضرت خواجہ باقی بالشہ کے خلصیں میں سے تھے۔ انہوں
نے آپ سے حضرت خواجہ کا ذکر کیا۔ چونکہ آپ پدر بزرگوار سے طریقہ
نقشبندی کے فضائل میں حکمے تھے۔ اس لئے مولانا حسن کی معیت
میں آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ آپ سے مل کر خوش
ہوئے اور فرمایا۔ اگرچہ آپ ایک مبارک سفر کے ارادے سے روانہ
ہوئے ہیں تاہم اگر آپ چند روز اس نیقر کے ساتھ قدرہ لیں تو بہتر ہے۔
آپ نے اتنا امر کیا۔ اور ایک ہفتہ کی نیت سے حضرت خواجہ کے

پاس قیام کیا، ابھی دوہی دن گزرے تھے کہ حضرت خواجہ کی نسبت اولہ
کشش نے اپنا نگدا کھایا۔ اور طریقہ نقشبندیہ میں آپ سے بعیت
ہوئے چونکہ آپ کی استعداد پر درجہ اتمم اور کامل تھی اس لئے
دار الحکم عالیہ بسرعت تمام طے فرمائے تھے۔ انہی دلنوٹ میں حضرت
خواجہ نے اپنے ایک مخلص کو تحریر فرمایا۔ شیخ احمد نام کے ایک مرد
کثیر العلم اور قوی العمل سرہند کے رہنے والے چند روز اس نبیر
کی صحبت میں رہے۔ ان کے احوال میں بہت سے عجائب اسی
نقیر نے دیکھے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک روشن چران ہوتا
جس کے ذریعے ساری کائنات منور ہو جائے گی۔ پھر کچھ ہنروں کے
بعد حضرت خواجہ نے اپنے مریدوں کو آپ کے سپرد کر دیا۔ اور
اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرجع علم بنایا۔

آپ حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے تھے مذہلی میں حضرت خواجہ
کی صحبت ملی اور آپ منازل سلوک طے کرنے میں مصروف ہوئے۔
حجاز مقدس کا سفر ہگیا۔ اس کے بعد آپ حیضیش سال بہ قبر
چبات رہے۔ لیکن حجاز مقدس نہ جانتے اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ
آپ کی مالی حالات بہت نمودر تھی۔ آپ بے کمی حج فرض نہیں ہوا
شکریہ ہجری میں بھی از روس نے تو کل غائب حج ہو گئے تھے۔ حضرت
خواجہ کی صحبت میں آپ پر ابوابِ کمالات کھلے۔ آپ نے راہِ عمرت
اختیار کی اور خدمت کو رخصت کیا۔ چون کہ آپ پر بودجه

زاد راہ نہ ہونے کے حج فرض نہ کھا۔ اور الیسی صورت میں حج کا قصد
کرنا، تقویٰ کے خلاف تھا اس لئے پھر حج کا قصد نہ فرمایا۔ آپ نے
ارشاد باری پر عمل کیا۔ کہ فِيمَنْ فَرَضَ فِيهِنَ الْجَهَنَّمُ لَا رَفِثَ وَلَا
نُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْجَهَنَّمِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ تَعْلَمُهُ اللَّهُ
وَنَزَّلَ وَدُوَافِيْنَ خَيْرًا لِلَّذِيْنَ تَقَوَّى۔ یعنی جو حج کے قصہ سے رد انہ
ہو وہ لغویات اور فسق و جدال سے اپنے کو بچائے۔ اے عازمین حج
جو سجدائی اور نسکی تم کر دیگے مالک اس کو جانتا ہے۔ اور تم زاد راہ لے کر
سفر کرو۔ بہتر زاد راہ تقویٰ ہے۔ اب جب کہ آپ عزیمت پر عامل
ہوئے تھے۔ تقویٰ کے خلاف آپ کب عمل کر سکتے تھے۔ آپ نے
جان نہی منظور فرمائی اور سجدۃ تعظیمی کرنے سے انکار کیا۔ کتاب
حضرات القدس کے "حضرت سابعہ" میں ہے کہ شہزاد خورم رشا ہجہاں
نے علامی فہامی افضل خاں اور خواجہ عبد الرحمن مفتی کو فقرہ کی کتابوں
کے ساتھ آپ کے پاس بھیجا تاکہ آپ سجدۃ تعظیمی کر لیں۔ آپ
نے ہر دو علماء سے فرمایا۔ این خصیت است، عزیمت
آن است کہ غیر حق راسجدہ نہ کند۔ یعنی آپ حضرات جو مسلمہ
بیان کر رہے ہیں وہ خصیت کا درجہ رکھتا ہے۔ عزیمت یہی ہے
کہ اللہ کے سوا اکسی کو سجدہ نہ کیا جائے۔

"زبدۃ المقامات" کی فصل ششم میں ہے کہ ایک دن آپ
نے مولانا صاحب ختلانی سے فرمایا۔ کہ تحصیل میں سے چند دانے کالی

مرحچ کے لائیں مانحوں نے چھڑ داتے پیش کئے۔ آپ نے از روئے عتاب فرمایا۔ اینک صوفی ماں آں قدر نہ شنیدہ کہ اللہ و تریجیت القدر۔ رعایت و تراز مستحبات است مستحب را مردم چھڑانشہ اندر مستحب و دست داشتہ ادست سُجَّانَه و تعالیٰ۔ اگر دنیا د آخرت را یہ یک عمل کے دوست داشتہ حق عز و جل باشد، بدینہ پیغ زدادہ پاسند" ذرا دیکھو ہمارے صوفی کو، انسوں نے یہ بھی نہیں شاہے کہ اللہ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ طاق کی رعایت مستحبات میں سے ہے مستحب کے متعلق لوگ کیا خیال کرتے ہیں۔ مستحب تو اللہ تعالیٰ پسندیدہ فعل ہے۔ اگر ایک ایسے فعل کے لئے جو اللہ کا پسند کردہ ہو، دنیا اور آخرت بھی دیدیں تو کچھ بھی نہیں دیا ہے۔ اکبر بادشاہ کی بے راہ روی کے سر باب کے لئے حضرت خواجہ یاقی بالقدر نے حضرت خواجہ احرار کے طریقہ کو استعمال کرنا شروع کیا تھا۔ امر امر اور وزیر کو راہ راست پر لانے کی سعی فرماتے تھے، یہ کام بھی آپ کے سپرد ہوار اور آپ نے بہت خوبی کے ساتھ اس کام کو پورا کیا۔

جاہل صوفیوں نے طریقہ اور حقیقت کو شریعت سے بلند مقام دے رکھا تھا۔ آپ نے ایسے افراد کی تردید کرنے ہوئے صاف طور پر فرمایا۔ کہ "طریقہ و حقیقت خادمان شریعت اندر" یعنی طریقہ اور حقیقت شریعت کے خادم

بیان کا کام یہ ہے کہ شریعت سکھ احکام سے قلب کو بورا تعمیر
ہو جائے۔ بھی سی رات ہے۔ یہ رات محسوس ہو۔ وہ آدھے یعنی
النیل۔ صندھ پر نہ کھڑا ہوا۔ وہ بھر ہے۔ اس نے اپنے
جہالت ہو۔ یعنی اپنے ایمان والوں کے لئے وقت نہیں ہے۔ اس نے اپنے
ایڈیکٹس کی راستے سے دشمنی شروع پیدا نہیں کی۔ اس نے اپنے فرمائیں اسے
وہیں کی خدمتوں کی مجاہدیت کی ہوں کہ اپنے بھانہ کرنے کے آوار
و نیچے جو پر محوالا ہے اور اپنے کاروں کی دنیا میں اپنے زمین
اویڈیا اور دفترِ اول کے مذوب ۷۷ ہمیں لکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے
نشانیوں کے دور کرنے کے سطحے شرائی کا اور وہ شریعت
ہے۔ انہوں پر عذر ایک ایسا یہ بات ہے کہ اسی نے رانی کی نیزہشان
و بزرگی ہوئی۔ ایسا لفظ نہیں ہے۔ بلکہ ایسا شعر لعیت
کی کیا۔ حکمِ غمیں ایسا۔ ایسا۔ پھر رسائل کی آنے والی شخصیں اور
بھی پردے کی سیکھی پر عمدہ۔ یہ کہ جنہیں اداہش شدہ کی پایہ پر تادما پہ
رفتاول کے مکتوبہ۔ ۴۳ میں ایک افراد کو ہر خفتہ دو
بھلکم نہیں رہے اور دفعہ دفعہ کو خرپ کر کے نفل کی تردی کی میں اور شخص
کرتے ہیں۔ اور خاصم صوفی افراد ذکرِ دلکر کو بہت ہم سمجھتے ہوئے
فرانس اور سویکی کے بھر نے میں مسائلہ تھا اور کوئی ہی کو رجاء تھا۔ میں
وہ چیزوں اور یافتہوں کو اختیار کر کے جمعہ اور جماعت کو حضور دیجئے
ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ ایک فرنگی کو جماعت سے ہدا کرنا، ان

کے نہار چپتوں سے بہتر ہے۔ ہال وہ ذکر و فکر بہتر اور اسیم ہے۔ جو آدابِ شرعیت کی مراعات کے ساتھ کیا جائے۔ اسی طرح ستانج سے بے جز عمل ارجمندی نوافل کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں۔ اور فرائض ادھورے اور ناقص رہ جاتے ہیں۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے "مسئلہ وحدت وجود" کو اس کی حقیقت کی بنا پر علمی پرایہ میں بیان فرمایا۔ اور اس سلسلہ میں جو کچھ ان پر منکشف ہوا۔ اس کا انظہار کیا۔ خام صوفیوں نے ان کے الفاظ نے لئے اور عنطر راہ پر پڑھئے۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے اس سلسلہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ اس رسالے کے ذیلی حاشیوں میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے سعیٰ بلیغ فرمائی ہے کہ مسلمانوں کو اس مہنگائی سے نجات دلائیں۔ آپ نے شرعیتِ مطہرہ اور طریقہ حضرات صوفیہ کی جو خدمت کی ہے نہایت عظمی الشان ہے۔ اور اس کے سزاوار ہیں۔ کہ آپ کو "امام ربانی" مجدد الف ثانی" کے لقب سے یاد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس لقب کو مقبول خلائق کر دیا ہے۔ اور یہ اس بات پر دلیل ہے۔ کہ آپ "عَزَّ از گر و ہ اولیاء لاتخاف" ہیں۔ آپ نے مسائل میں اکابر سے اور بالخصوص حضرت شیخ اکبر سے اختلافات کئے ہیں۔ لیکن ایک جگہ بھی اُدْعَ ایلی سَبِّیلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِنَةِ الْحَسَنَةِ کے دائروں سے باہر قدم نہیں رکھا ہے۔

آپ حضرت شیخ کے بعض اقوال کا رد فرمائہ ہے ہیں۔ اور ساتھ ہی تحریر فرمائے ہیں کہ وہ جماعت مقبولین میں سے نظر آتے ہیں، وہ بتقدیر میں کے لئے بُرہان اور متاخرین کے لئے حجت ہیں۔ اور حضرت شیخ پر طعن کرنے والے صواب سے دور ہیں۔ آپ کا عمل صاف طور پر پتھار رہا ہے کہ یہ موجب حدیث شریف "من احیب اللہ والبعض لله واعطی اللہ ومنع اللہ فقد استکمل الايمان" کامل الایمان افراد میں سے ہیں بزرگان دین کا احترام اور ان کے اقوال کی توجیہ کرتے ہیں۔ آپ کے رسائل اور مکتوبات کے مطالعہ سے اخلاص اور درد نہای کا پتہ بہ خوبی چلتا ہے۔ مکتوبات کے دفتر سوم کے جامع خواجہ محمد ہاشم رحمہ اللہ نے بہت شیک کہا ہے۔ ۷

زیر مکی نقطہ اش چوں فہر تر شمیم دصل جانان می زندگ
جزاۃ اللہ سبحانہ و تعالیٰ عن الاسلام والمسالمین خیر الجزار

نا فاض علینا من برکاتہ و آسرارہ و عمر فانہ
آپ کے مختصر حالات "تذکرہ علمائے فتنگی محل" از مولوی بھر العلوم [عنایت اللہ فتنگی محلی اور "نزہۃ المخاطر" از مولانا حکیم سید عبدالحی لکھنؤی سے لکھے جاتے ہیں۔

آپ کا اسم رامی عبد العلی یکنیت ابوالعیاش خطاب ملک العلماء اور لقب بھر العلوم ہے۔ آپ کی ولادت ۱۳۷۳ھ (۱۹۵۴ء) کو لکھنؤ میں ہوئی۔ اور دفاتر ۱۲ ربیعہ صدر (۱۳۸۵ء) اگست نامہ

کو ہوئی۔ مدراس میں "مسجد والاجاہی" پکے احاطہ میں مدفون ہوئے۔ قمری حساب سے تراسی (۸۳۸) سال اور شمسی حساب سے ایک سال کی عمر ہوئی۔

آپ کے پدر فرج گوار استاد اہم نظام الدین محمد فرزند ملا قطب الدین انصاری سہالوی ہیں۔ جو کہ اپنے زمانہ کے ایک فرد کامل ہیں۔ عربی کا جو نصاب انحصار میں مقرر کیا وہ درس نظامی کہلاتا ہے۔ یہ نصاب ہندوستان اور افغانستان میں اب تک راجح ہے۔

آپ اپنے والد ماجد کے خیر خلف تھے اسی سال کتب درسیہ سے فارغ ہوئے اور اسی سال آپ کے والد نے آپ کا نکاح کر دیا۔ تھوڑے دنوں بعد وہ رحلت کر گئے اور آپ اپنے والد کے نامور شاگرداں کی خدمت میں کچھ عرصہ حاضر ہو کر اپنی استعداد میں اضافہ کرتے رہے۔ پھر آپ نے اپنے والد کی منصبیتی اور پڑھانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ کی علمیت کا چرخا ہوا اور چہار اطراف سے شائقین علوم آپ کے پاس پہنچنے لگے۔ ایک مدت تک یہ پہنچنے، فیض و ہدایت لکھنٹو میں بہتار ہوا۔ سو، اتفاق سے وہاں اپنی سنت اور اشنا عشریہ کے مابین فساد ہو گیا۔ اور آپ کو جمعیت اپناد طن چھوڑنا پڑا۔ ایک دیوال اور رفقہ کی ایک بڑی جماعت کو کے کر غنا، بھیان پور تشریف لئے گئے۔ وہاں کے سر کردہ نواب

س فضل المذاکر نے آپ کا مستقبال کیا۔ اور آپ کے اخراجات
کے خلاف ہوئے۔ آپ نے دبالتی ساز قیام فرمایا۔ حافظہ
کی شہادت کے بعد آپ راجہ حیران ائمہ نواب فیض التدریخ را
بام پورنے پار سے آپ اُن خدمت کی سعادت حاصل کی۔ بعہر
پر صدر وال دریں خالی سفر کر داد ہو جائی منع۔ دوان کی استدعا پر ان
بیان میں یہ لکھی گئی۔ کچھ غرضہ دہائی قیام کیا۔ یہاں سے نواب لا جاد
محترم خواجہ کی خواستہ پر مدراس تشریف لے گئے۔ اور آخر دہر
وہل سیکھ رہے ہیں۔

آپ جہاں چھپی کریہ طالیں علم وہی ایک بہت بڑی جماعت
آپ کے ساتھ ہوتی گئی۔ دریافتیں تدریس کا ساتھ قائم رہتا
ہے۔ آپ نے آخری میزبان نواب کرنا لیکن نے ادب و اخراج کی
بڑھنی پڑی۔ دن آپ کے ساتھ مرغی۔ کسی تھاؤہ آخر تک قائم رہا۔
مول نے آپ کو "ملک العلاماء" کا خطاب دیا۔

صاحب تذکرہ نے "بجر العلوم" کے لقب کی یہ وجہ لکھی ہے کہ
جب نظرت شاہ عبد العزیز دہلوی نے آپ کی کتاب "ارکان الریغ"
مریط الدین فرمائی۔ جو کہ فن فقہ میں ہے تو آپ کو بجر العلوم کے خطاب
سے باد فرمایا۔ اگرچہ ملک العمار کا خطاب ہے ایک تحفہ نشین دالی کا
خط کر دہ ہے۔ اور بجر العلوم کا خطاب ایک بوری نشین دلی کا انتہا
ہے۔ لیکن جو مقبولیت دلی کے ارشاد کو ہوئی وہ دالی کے خطاب کو

نہ ہوئی۔ ۷
 گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود
 آپ کی تائیفات کثیر ہیں۔ صاحب تذکرہ نے انیں ۱۹ کتابوں
 کے نام لکھے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ ان کے علاوہ اور جو ہیں۔ آپ کی
 تمام تائیفات علمی ہیں اور ادق مسائل پر مشتمل ہیں۔ آپ ان پایہ ناز
 ہسٹیوں میں سے ایک فرد کامل ہیں جن پر ہندوستان کو بجا طور پر
 فخر رکنا چاہیئے۔ ۸

کرد خدمت دین را بیان را علم را اسلام را عرفان را
 رحمت حق با پیوستہ برو تا تعلق جسم دار د جان را

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پاک ہے وہ ذات جو ہر طرح کے نقصان اور بندش سے برتر ہے۔ اور وہ ہر اس توہم سے جو کائنات میں تحدید کا پایا جاتا ہے۔ بالآخر ہے وہ اپنے ہر جلوہ گاہ میں محمود اور ہر عبادت گاہ میں معبد ہے۔ یہم کو ابھی دیتے ہیں کہ اس کے سوا ای کوئی الائھیں۔ اور اس کے منظہراً تم محمد اس کے رسول اور اس کے بندے ہیں۔ اللہ کی خاص رحمتیں اور اس کا سلام اُن پر اور ان کی سب آل اور ازواج اور اہل بیت اور اصحاب پر ہو۔ بعد از حمد و صلات۔

اللہ کی رحمت کا طالب عبد العلیٰ پسر واقف اسرارِ الہیہ
نظام الدین محمد انصاری عرض کرتا ہے کہ میں نے "وحدة الوجود
و شہود الحق فی کل موجود" نام کا رسالہ عربی میں لکھا تھا۔ اس میں
اُن چھ تسلیمات درج کا بیان ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی ذات
مقدستہ کا ظہور ہوا ہے۔ اور اللہ کے برگزیدہ بندے اُن مرتب کا
مشاهدہ کرتے ہیں۔ اس رسالہ میں صوفیہ کرام اور اولیائے عنظام
کا مسلک بیان کیا ہے۔

اب محض سا میر الامر امر نواب دالا جاہ انور الدین خان بہادر نے فرمانگش کی کہ میں اس مسئلہ کو فارسی میں بھی بیان کروں چونکہ ان کے فرمان کو ظاہر نہیں جا سکتا۔ اس لئے یہ رسالت فارسی میں لکھ رہا ہوں۔ لبے میرے پروردگار تواں رسالت کو ہر مبتدا کے لئے تصریح اور ہر شہی طالب کے لئے تذکرہ بنانا۔

وجود | وجود سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وجود اس کی

لہ حضرت مجدد دفتر اول کے مکتوب ۲۳۴ میں لکھتے ہیں ۔ میرے فرزند اعزو کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت وجود صرف اور خالص ہے۔ کوئی دوسرا امر اس میں طاہر نہیں ہے۔ اُسی کا وجود ہر خیر و کمال کا فرشا اور ہر حسن و جمال کا مبدأ ہے۔ وہ حقیقی طور پر جزئی اور بسیط ہے۔ کسی طرح کی گنجائش اس کے مرکب ہونے کی قطعاً نہیں ہے۔ نہ خیال میں اور نہ ظاہر میں۔ وہ اپنی حقیقت کی بناء پر منوع التصور ہے۔ یعنی اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ وجود کا حمل اس کی ذات پر از روزے مو اطات ہے۔ اذ از روزے اشتقاد۔ اگرچہ اس مقام میں یعنی مقام غیب الغریب میں اس حمل کے لئے بھی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مقام اور مرتبہ ہر طرح کی نسبت سے بالاتر ہے۔ اس مقام میں ہر نسبت ساقط ہے۔ اور وجود کی تمام اور مشترک ہے وہ اس خاص وجود تعالیٰ و تقدس کے ظلال میں ہے۔ اور یہ ظل ذات تعالیٰ و تقدس پہاڑ اشیا پر از روزے اشتقاد

حقیقت کاغذی ہے۔ اور یہ وجوہ محدثین دھوپ نہیں ہے۔ کیونکہ
محدثون و جو ایک اسرائیلی امر ہے جس کا معنی "ہونا" کے لئے
ایسے اسرائیلی مشہوم سے اللہ تعالیٰ بالا ویرتے ہے۔ بلکہ وجوہ

(البَقِيَّةُ حَاشِيَّةُ صَلَّى كَعَدْ)

محمدؐ ہے، نہ ازروے موامات ہے۔ اور اس فضل سے مراد حضرت وجوہ کلام تسبیح
نہ ہے جس ظہور ہے۔ اس فضل نے زادہ میں سے ده فرداً ولیٰ زادِ احمد داشت
ہے جو روز کے استراق ذات پر محمدؐ ہے۔ لہذا اسالت کے مرتبہ میں
کہا جا۔ کتابیہ کہ اللہ تعالیٰ وجود ہے۔ اور نہیں کہا ج سکت کہ اللہ موجود
ہے۔ اور افضل کے مرتبہ میں اللہ موجود ہے لہذا درست ہے اور اللہ وجود ہے
کہنا درست نہیں۔ الحج اور آپ نے رذر نسوم کے مکتوب ۱۲۲ میں لکھا ہے
"اس فتنتے اپنے رسائل میں تحقیق کیجئے کہ اللہ اپنی ذات سے موجود ہے نہ
وجود سے" اور اس کی آٹھ صفتیں بھی اس کی ذات سے موجود ہیں نہ
وجود سے۔ مرتبہ غیب الخوب میں وجود کے لئے گنجائش نہیں ہے پرہ جا
وجود۔ وجود اور وجود از قسم احتیارات ہیں۔ ایجاد عالم کے لئے جو پہلا انتہ
خواہ ہوا ہے، دو احتیار حُب ہے۔ اس کے بعد وجود کا احتیار ہے جو کہ ایجاد
عالم کا مقدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو بغیر احتیار حُب اور احتیار وجود
عالم سے اور ایجاد عالم سے استغذا، **إِنَّ اللَّهَ لَغِيْنِي عَنِ الْعَالَمِينَ** نصیحتی
ہے۔ لیکن جہان والوں سے اللہ یقیناً ہے نیاز ہے۔

مرا وہ حقیقت ہے جو مصادری وجود کا مصداق ہے اور جو نفس وجود ہے۔ وہ اپنے مرتیمہ ذات میں کثرت سے پاک ہے۔

ماسوی اللہ [اللہ تعالیٰ] کے صورا جو کچھ ہے وہ عالم شیونات ہے اس کے منظاہر ہیں اور وہ ان میں ظاہر اور صاری ہے۔ اس کی

تلہ قول مصدقاق ہے۔ ای ما بہ الوجہ بلکہ وہ خود نفس وجود ہے۔ جیسا کہ دوسری اشیا رہیاض اور سواز کے محتاج ہیں (العنی سفید اور سیاہ ہونے لیے) لیکن خود بیاض اور سیاہ۔ بیاض بیٹا اور سواز بیٹ کے لئے کسی دوسری شے کے محتاج نہیں ہیں۔ بلکہ وہ خود اپنی ذات ہے ہیں۔ بہ وجود اپنی ذات سے موجود ہے کافی ہے۔ یعنی دوسرے وجود کا محتاج نہیں ہے۔ اور وجود مصادری بداعتیار معنی کے اس کو کہتے ہیں۔ کہ درحقیقت اس کا وجود نہ ہو۔ بلکہ عقل نے اس کو نکالا۔ اس رخداد مؤلف کا حاشیہ ہے)

تلہ شیونات جمع الجمیع کا صیغہ ہے۔ اس کا مفرد شان ہے اور شیون اس کا جمیع ہے۔ شان کے معنی حال اور امر کے ہی۔ حضرت حوفیہ نے شان کی تعبیر کیا گی ہے۔ اس کا بیان حضرت محمد در رسالت معارف الدنیہ کی معرفت ۲ میں اس طرح کریے ہیں۔

"اللہ کی شیونات اس کی ذات کی فروع ہیں اور اس کی صفات شیونات پر متفرع ہیں۔ اور اس کے اسماء جیسے خالق و رازق صفات پر

سرایت وہ نہیں جس کے

(الباقیہ حاشیہ ص ۲۹ کے بعد)

متذکرہ ہیں۔ اور اس کے انعال اسما رپر مترکرہ ہیں اور تمام موجودات انعال کے نتائج اور ان پرستفرع ہیں۔“ واللہ عالم۔

اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ شیعوں الگ ہیں اور صفات الگ ہیں۔ خارج میں شیعوں عین ذات ہیں۔ اور صفات زائد بر ذات ہیں۔ اس فرق کا جس کو علم نہیں ہے وہ سمجھ دیجیا ہے کہ شیعوں ہی صفات ہیں اور صفات عین ذات ہیں، جس طرح پر کہ خارج میں شیعوں عین ذات ہیں۔ اس قول سے صفات کا اور بلیت کے اجماع کا انکار لازم آتا ہے۔ اہل حق کے نزدیک صفات کا وجود خارج میں زائد بر ذات ہے۔ وادیٰ ہے محق الحق وهو
یهدی السبيل۔ - انتہی

اور آپ مکتوب ۲۸۷ دفتر اول میں تحریر فرمائے ہیں بہ

”صفات اور شیعوں ات میں بُرا فرق ہے جو کہ بجز ادیباً محدثی المشتبه کے بعض افراد کے کسی پر ظاہر نہیں ہوتا۔ اور خیال نہیں کیا جاتا کہ اس مسلسلہ میں کسی نے نسب کشائی کی ہو۔ مختصر طور پر اس کا بیان یہ ہے کہ صفات بہ وجود زائد بر ذات تعالیٰ و تقدس خارج میں موجود ہیں اور شیعوں ات مقدسه میں صرف اختیارات ہیں۔“ رخراج میں ان کا وجود نہیں ہے اور آپ نے چند سطر کے بعد لکھا ہے شیعوں ات اور صفات میں دوسرا فرق یہ ہے کہ شیعوں ات کا مقام صاحبِ شان کا موجود ہے اور صفات کا یہ مقام نہیں ہے۔“

وہ مکمل ہیں یا جس کا بیان اتحادی کرتے ہیں۔ بلکہ یہ سریان مثل اس سریان کے بے چور کرنٹی کے اعداد میں ایک کی ہے لٹتی کے تمام اعداد بجز اکا یوں کے اور کچھ نہیں۔ عالم میں ایک ہی عین لعینی ایک ہی ذات کا ظہور ہے۔ کثرت میں وہی ظاہر ہے ساپنی ذات سے کثرت کا وجود نہیں ہے سالندگی پاک ذات کے وجود سے اس کا ظہور ہوا ہے۔ اللہ ہی کی ذات اس کثرت میں ظاہر ہے۔ اللہ ہی اول ہے، اللہ ہی آخر ہے، اللہ ہی ظاہر ہے، اللہ ہی باطن ہے۔ اللہ ان کے شریک بنانے سے پاک ہے۔

اللہ کا منزہ اور مشبیہ ہونا | اللہ تعالیٰ کی ذات واجب وجود ہے۔ وہ ہر قید سے آزاد ہے بلکہ آزاد کی بندش سے بھی منزہ ہے۔ وہ اپنی ذات کے مرتبہ میں نہ کلی ہے نہ جزئی، اور نہ وحدتِ زائدہ سے واحد ہے۔ اور نہ اوصافِ عالیہ سے کوئی وصف زائد ہے۔ وہ ہر طرح کی بندش اور قید سے پاک ہے

۲۵) مکمل لعینی ایک کی دوسرے میں الی سراحت کہ ایک کی طرف اشارہ لٹتیہ دوسرے کی طرف اشارہ ہو۔ اور اشارہ میں انتیاز باقی نہ رہے یا دو چیزوں کا باہم ایسا خصوصی تعلق کہ جس کی وجہ سے ایک قبوع اور دوسرا بیان ہو جائے۔

۲۶) اتحاد لعینی دو اشیاء کا ایسا امتزاج کہ وہ ایک ہو جائیں۔

وہ اپنی ذات کے مرتبہ ہیں اس معنی سے واحد ہے کہ اس کا انوئی شریعت نہیں اس کے تعینات اور شیونات کا نام عالم ہے وہ محبت زادت ہیں منزہ ہے اور اپنے شیونات اور مظاہر کو نیہ بیر مشہ اس طرح اس کے دو کمال ہیں۔ ایک ذاتی کمال ہے اور دوسرے اپنی وصفاتی کمال ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے کامل اور وصفات سے دوسرے
اللہ کی ذاتی کمال بلکہ عین وجود ہے، وہ اپنی ذات سے اپنے پام دا ہنر ہے وہ اپنے کمال ذاتی میں عالم سے غنی اور بے نیز ہے۔
اللہ کی ذاتی صفاتی کمال صفات سے متعدد ہے جو اور از اور کمال اسماں و صفاتی کمال اسی صفات سے متعدد ہے جو ایک ذاتی صفات ذاتیہ اور صفات ذاتیہ انقدر ہیں۔
 یہ ذات کسی اندھی سے متصرف ہوتی ہے تو اس کو اس سے ہیں
 اللہ کی ذات اپنی صفات سے اسی وقت متصرف ہوئی جب یہ اعیان کا ثبوت ہوگا۔ جب تک معاudem کا وجود نہ ہو، ملکہ نہ ہو وہ

لہ بیان جمع عین کی ہے۔ حضرت شیخ الجابری رحیم کی صل اویسیت اللہ تعالیٰ کے علم کو فرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ الشر کے علم ہیں جس سے کی تخلیق کا ظہور ہوا وہی علمی ظہور اس کا مصل ہے اور وہ عین خابستہ چونکہ اللہ کا علم اُری واپدی ہے، اعیان بھی اُری واپدی ہیں۔ اس سلسلہ میں

کس طرح ہو سکتا ہے اسی طرح بغیر مقدور کے قدرت ظاہر نہیں ہو سکتی یہی کیفیت تمام اوصاف کی ہے کہ جب تک ان کے محاصل کا

(بِقِيَهُ حَاشِيهُ ص ۲۲۲ کے بعد)

حضرت مجدد دفتر سوم کے مکتب ۱۲۲ میں لکھتے ہیں :-

”تعجب ہے کہ شیخ قدس سرہ حقیقتِ محمدی اور تمام کائنات کے حقائق کو اعیان ثابتہ کرتے ہیں۔ وہ کائنات کے حقائق کے لئے وجہن کا حکم کہاں سے لے آئے اور کس بنار پر ان کو قدیم سمجھ لیا ہے۔ جناب شیخ ارشاداتِ نبویہ کے خلاف کا اتزام کر رہے ہیں۔ ممکن اپنے اجزاء سے ممکن ہے، اپنی صورت سے ممکن ہے، اپنی حقیقت سے ممکن ہے۔ ممکن کی حقیقت کے لئے تعین و جوی کس بنار پر ہو سکتا ہے؟ ممکن کو ممکن ہی ہونا چاہیے۔ ممکن کو واجب سے کوئی اشتراک نہیں ہے۔ صرف یہ نسبت ہے کہ ممکن واجب تعالیٰ کی مخلوق ہے ساور واجب تعالیٰ اس کا خالق ہے۔ واجب اور ممکن میں جناب شیخ تمیز نہیں کر سکے ہیں۔ وہ خود کہتے ہیں۔ لِعَدْمِ التَّمِيزِ بِيَنِهِمَا۔ اس وجہ سے اگر وہ واجب کو ممکن اور ممکن کو واجب کہدیں تو کوئی بات نہیں۔ اگر ان کو معمول رکھا جائے تو کمال کرم ہے۔ رَبَّنَا لَا تَوَلْنَا نَاهِنَّ لَنْسِينَا أَوْ اخْطَلْنَا۔ اور اپنے دفتر اول کے مکتب ۳۰۹ میں لکھا ہے۔ ”جان لینا چاہیے کہ کسی کی حقیقت سے مزاد وہ تعین و جوی ہے کہ اس کا ظل اس شخص کا

وجود نہ ہو، ان کا نہ ہو نہیں ہو سکتا چلے اعیان کا صرف علمی ثبوت ہوا۔
یہی علمی ثبوت عین نہلاتا ہے۔ اس علمی ثبوت نے اللہ کو علم کی صفت تھی

دین پیدھا شید حصہ کے بعد

تفصیل اسکی فی بے مذہبیں و تجویزی اسماء النبیہ میں سے ایک اسم ہے۔
جسے علیہم - قده بہرہ مریم - میکھڑ و امثالہا۔ وہی اسم حنفی اس شخص کا رب ہے
اور اس کے فیوضی و جوہی اور دنیا بہرہ جوڑی کا میرا ہے۔

اور آپ نے دفتر معموم کے مکتوب ۱۲۲ میں لکھا ہے: "اس قسم کے
کنونم کر جن بیس رات بیست تھان اور مکان کے مابین فرماتے کا جالہ کیا جاتا ہے
اور شرعاً میں ان کا ثبوت وارث ہماری ہے۔ دردار ویں سکریٹری ہیں۔ اور
حقیقت معاشر نگار نہ ہے میں کا باعث ہیں۔ کبھی نامکن کیا شئے ہے۔ جو
واحیہ کا اظلل بنے۔ داجب تدبیل کیا اظلل کیمودار ہو سکتا ہے ظمل سے تو عید
ش کی وہی مہوتا ہے اور کافی لعافت کے نہونے سے آگاہ رہتا ہے۔
جیکہ اللہ کے رسول محمد ﷺ کا اظلل بہ وجہ کمال لعافت کے نہ کھا تو محمدؐ کے
خدا کا اظلل کبھی ہو سکتا ہے۔"

اور آپ نے ظالہ کا بیان دفتر سیم کے مکتوب ۹۰ میں یہ کیا ہے۔

اظلل سے مراد دوسرے پیسرے مرتبہ میں ظہور ہے۔ آپ نہیں ظاہر
ہوئے، الی صورت ظالہ ہے۔ یہ دوسرے مرتبہ میں ظہور ہے۔ ظاہرنے
دالی کی ذات اپنے اصل پر ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی ہے۔
یہ حضرت مجدد قدس سرہ دفتر دوم کے پہلے مکتوب میں لکھتے ہیں:-

سے منصف کر دیا۔ کیونکہ علم معلوم کے تابع ہے جب اعیان کا پیشہ
وستعدادات کے ساتھ ثبوت ہوا، اللہ کا ختم ان سے متعلق ہوا۔

(یقینہ حاشیہ کے صفحہ ۲۳ کے بعد)

اکثر صوفیہ اور خاص کرتا فرین ممکن کو عین واجب صحیح بیٹھیے ہیں۔ اور
ممکن کے صفات و افعال کو واجب تعالیٰ کے افعال و صفات کو عین صحیدی
ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ (قال مولانا جامی ہیں)

ہمایہ دہم شیخ و ہمراہ ہمہ اوست در حقیقت گدا و ہلکس شریعت ہمہ دست
در انہیں فرق و نہان خانہ جمع بالتدبر ہمہ دعوت تم باشد یہم وحیت
ان افراد نے اگرچہ غیر کو وجود میں شریک کرنے کے لئے کوئی بجا یا ہے
اور دوئی سے اجتناب کیا ہے۔ لیکن غیر وجود کو وجود سمجھ دیا ہے۔ اور
نقائص کو کمالات سمجھ بیٹھیے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کسی شیئی جز زانی قیامت اور
شرارت نہیں ہے۔ جو کچھ ہے صرف فیضی اور اضافی ہے۔ ان افراد کے
لئے اگر زہر بہاہل میں بلاؤ کت ہے تو اُس سیان کے لئے جسیں ہیں پھر پیدا
ہوتا ہے۔ آب جبات اور تریاق ہے۔ ان افراد کا اس بحث ہم اکشف و
خوب پردار ہے۔ جتنا ان پنظامہ کیا گیا اس کو انہوں نے سمجھا۔ اے
اللہ! تو ہم پراسرار کے حقائق پوری طرح خلیل پر فرم۔ اس فقیر پر جو کچھ
لٹاہر کر دیا ہے تفصیل کے ساتھ اس کو بیان کرتا ہے۔ پہلے شیخ مجی الدین
العرفی کا مذکوب بیان کیا جاتا ہے جو کہ متأخرین صوفیہ کے امام اور

اس تعلق نے اللہ تعالیٰ کو عالم بنایا۔ اسی طرح پہلے اعیان مقدمہ ہوئے، مراد ہوئے اور کچھِ اللہ تعالیٰ قادر اور مُرد ہوا۔

(لبقہ حاشیہ شد صفحہ لذشتنہ) مقدمہ ایں اور بھروس کا بیان آئے گا۔ جو کہ اس نتیر پر کشوف ہوا ہے۔ تاکہ دونوں مسائل کا فرق پوری طرح ظاہر ہو جائے۔ اور اب دوسرے میں مسائل کا خلط نہ ہو شیخ حجی الدین دران کے ابتدت کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات اس کی ذات ہیں۔ اور اسماء و صفات آپس میں بھی ایک دوسری کی عین ہیں مثلاً علم در قدر، حس طرح یہ دولوز عین ذات یا ری ہیں مالپس میں بھی یہ دولواں ایک دوسری کی عین ہیں۔ اس مقام (غیب بالغیر) میں کسی نام اور کسی طبقہ سے تعدد اور تکثیر اور تمايز و تباين نہیں ہے۔

غایہ مافی الباب ان اسماء اور صفات اور شیوه اور اعتبارات نے عالمی میں تمايز اور تباين اجمالاً اور تفصیلاً پیدا کیا۔ اجمالی تمايز کو تعین اول اور تفصیلی تمايز کو تعین دوم کہتے ہیں۔ تعین اول کا نام ”وحدت“، ”رکھا ہے“ اور اس کو حقیقت محدثی سمجھتے ہیں۔ اور تعین دو کو ”واحدیت“ کہتے ہیں۔ اور اس کو تمام ممکنات کی حقیقت سمجھتے ہیں۔ اور حقائق تو ممکنات کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ ان دولزوں علی تعيین کے لئے جو کہ وحدت اور واحدیت ہیں۔ مرتبہ وجوب ثابت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اعیان کو خارج کی ہوا تک نہیں لگی ہے۔ خارج میں بجز احتفاظ

کیفیت تمام صفات کی ہے۔ لہذا اسمائی اور صفاتی مکالات کے انہمار کے لئے اعیان سے غنا اور بے نیازی نہیں ہے۔

و بقیہ حاشیہ کے صفحہ گذشتہ) مجردہ کے داد کچھ نہیں ہے۔ جو کچھ خارج میں نظر آتا ہے۔ وہ اعیانِ ثابتہ کا عکس ہے۔ آئینہ وجود کے ظاہر میں یہ عکس نمودار ہوا ہے اور اس عکس نے تخلیٰ وجود پیدا کر لیا ہے۔ جیسا کہ آئینہ میں کسی کا عکس ظاہر ہوتا ہے اور وہ تخلیٰ ہوتا ہے۔ آئینہ میں کسی شیٰ کا حلول نہیں ہوا کرتا۔ اور نہ اس پر کچھ منقش ہوتا ہے۔ ساگر نقش ہے تو وہ صرف تخلیٰ میں ہے۔ یہ بزرگواران کہتے ہیں۔ چونکہ یہ تخلیٰ اور یہ تو ہم، صنح پاری جل شان ہے۔ لہذا اس میں اتفاقِ تام ہے۔ ایسا کامل اتفاق کہ وہم اور تخلیٰ کے ہٹ جانے پر بھی زائل نہیں ہوتا۔ اور اس پر ثواب و عذابِ اپدی مرتب ہوتا ہے۔

خارج میں جو کثرت نظر آتی ہے وہ تین قسم پر ہے۔ تعینِ روحی تعینِ مثالی۔ تعینِ جسیدی۔ تعینِ روحی کا تعلق عالمِ شہادت سے ہے۔ ان تینوں تعینات کو تعیناتِ خارجی کہتے ہیں۔ اور ان کا اثبات مرتبہ امکان میں کرتے ہیں۔ پہلے دو علمی تعینات اور یہ تین خارجی تعینات پانچ تنزلات ہیں اور ان کو پانچ حضرات بھی کہتے ہیں۔

چونکہ ان افراد کے نزدیک علم میں اور خارج میں صرف انتدہی کی ذات اور اس کے اسماء و صفات کا وجود ہے۔ اور اسماء و صفات بھی

اللَّهُ تَعَالَى لِمَنْ يَرِدُ مِنْ عِبَادِهِ كَمْ نَعْسِيْرُ كُسْرَى مُظَاهِرَتِهِ ظَاهِرٌ بِهِ مُبَارِكٌ
لَا نَمْ چاہیے نَزَرِ ہی ہے درِ چنانچہ سے شجیب ہی سایپا جب کہ اسماں مُظاہر ہیں

(ابن تیہہ خاشید۔ سائیٹ صفحہ نگذشتہ) ان کے نزدیک علینِ ذاتِ واجب
تعالیٰ ہیں۔ اور انہوں نے علمی صورتوں اور شکلتوں کو صاحبِ علم
جمل شانہ کی عین صورت سمجھ لیا ہے۔ نہ اُس کی پر جپھا میں یا مثال۔
اور پھر انہیاں نے اپنے نام کی عین صورت کا مثال لیا ہے۔ نہ اس کی شبیہ یا مثال۔ لہذا ان احادیث
کا حکم کرو دیا۔ اور ”ہمہ روسوں“ کے قائل ہو گئے۔ یعنی حدیث کا مکار ہے۔
”ملہ وحدت“ اور ”مختصر طور پر شیخ اکبر کا مساکب بیان
ہوا۔ یہ انہیں کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان علوم کو ”عاتم الولایت“
یعنی مختصر طور پر شیخ کے اہشان رد معلوم ہیں جن کو جناب شیخ ”عاتم النبوة“
نما آنہ الولایت سے اخذ کرتے ہیں۔ اور اس قول کی توجیہ میں نصوص کے
شرح ”کافات“ سے کام لیتے ہیں۔ قصہ مختصر اس جماعت میں شیخ
سے پہلے ان علوم اور اسرار میں کسی نے زبان نہ کھوئی تھی۔ اور اس بات
کو اس خرافی سے کہتے ہیں کہ کسی نے بیان نہیں کیا تھا۔ اگرچہ متقدمین کی زبان
پرستی اور بدبوئی کی حالت میں توحید اور اخلاق کے الفاظ جاری ہر کسی
کے لئے۔ کسی نے آفَا الحکم اور کسی نے سُبْحَانَ رَبِّنَا دکھا۔ لیکن کسی کو
اتھا ذکری وجہہ علوم نہیں سوکی اور توحید کے مشاکو کو کوئی نہ سمجھا۔ لہذا

پر موقوف ہوئے اور بغیر منظا پر کے ان کا کمال متصور ہی نہیں ہو سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اعیانِ عالم کو موجود کیا تھا کہ وہ اعیان

ربقیہ حاشیہ کے صفحہ گزشتہ) شیخ اس جماعت کے متقدیں کے لئے بُرہاں اور متاخرین کے لئے جوت ہیں۔ باوجود اس کے بہت سے دقائق اس مسئلہ میں پوشیدہ رہ گئے ہیں۔ اور بہت سے مرتبہ اسرار منظر پر نہیں آئے ہیں۔ اور فقیر کو ان کے انہیار کی توفیق ملی ہے اور فقیر ان کے بیان کرنے پر مأمور ہوا ہے۔ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْحَقَّ وَهُوَ يَعْلَمُ الْمُسْبِطِينَ مخدوما۔ اہل حق کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی آنحضرت صفات خارج میں موجود ہیں۔ لہذا وہ خارج میں حضرت ذات سے تمیز ہیں۔ ان کی تمیز بے چون دبے چکون ہے۔ اور یہ صفات بھی ایک دوسرے سے تمیز پر تمیز بے چون دبے چکون ہیں۔ یہ تمیز بے چونی دبے چکونی، حضرت ذات میں بھی ثابت ہے۔ لَا نَهَا الْوَاسِعُ بِالْوَسْعِ الْمَجْمُولِ الْكَيْفِيَّةِ۔ وَهُوَ جَلَّ وَ عَلَّا مَجْمُولُ الْكَيْفِيَّةِ پر حادی ہے۔ ہمارے فہمداد اک کی تمیز اس جانب سے مسلوب ہے۔ وہاں تبعض و تجزی کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور وہاں تخلیل و ترکیب کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ وہاں عالمیت اور محالیت مفقود ہے۔ خلاصہ کامی یہ ہے کہ مکون کے اعراض و صفات اُس جانب قدس سے مسلوب ہیں۔ وہ اپنی ذات، اپنی صفات اور اپنے افعال میں لَمَّاْسَ كَيْشِلَهْ شَيْئُ ہے۔

اس کے منظاہر ہوں اور اس کے اسماء کا کمال پوری طرح ظاہر ہو۔
اللہ تعالیٰ اپنے ذاتی کمال میں قطعاً غنی ہے۔ لیکن اسمائی

ربقیہ حاشیہ کے صفحہ گذشتہ) باد جو داں تمیز بے چونی اور وسعت بے کھنپی
کے اس کے اسماء و صفات خارج علم واجبی میں تفصیل اور تمایز پیدا کر کے
منعکس ہوئے۔

ہر اسم اور صفتِ تمیزہ کا مرتبہ عدم میں ایک مقابل اور نقیض ہے
عدم میں علم کا مقابل عدم علم ہے۔ جس کو جہل کہتے ہیں۔ اور قدرت کا عدم
قدرت ہے جس کو عجز کہتے ہیں۔ یہی کبیفیت تمام صفات کی ہے۔ ان
مقابلاتِ عدم یہ نے بھی علم واجبی میں تفصیل اور تمایز پیدا کی ہے اور وہ
اپنے مقابل اسماء و صفات کے لئے آئینے بنے۔ اسماء و صفات
واجبی کا ان پر عکس پڑا۔ اس فقیر کے نزدیک عدمی آئینوں پر جو عکس
پڑا ہے وہ حقائقِ ممکنات ہیں۔ عزمات بمنزلہ اصل اور مواد کے ہیں
اور اسماء و صفات کا عکس بمنزلہ صور حالہ۔ شیخ محمدی الدین کے نزدیک
اسماء و صفاتِ تمیزہ ہی ممکنات کے حقائق ہیں سا اور فقیر کے
نزدیک ممکنات کے حقائق وہ عزمات ہیں جو اسماء و صفات کے
نقائص ہیں۔ البتہ ان عزمات کے ساتھ اسماء و صفات کے وہ
ظلال بھی شامل ہیں جو آئینہ عزمات میں ظاہر ہوئے ہیں۔ قادرختا
جب چاہتا ہے کہ موجود خارجی کا ظہور ہوتا تو وہ اس مانیت عدمی

کمال کے مرتبیہ میں عالم کے وجود خارجی سے عنی نہیں ہے۔ حافظ شیرازی کہتے ہیں :-

رُبْقِيَّه حاشیَّه (صفحہ گذر مشتمل) سے جو کہ اسماء و صفات کے ظل سے متزوج ہے ماس کا بیدا بنادیتا ہے۔ اسماء و صفات کا جو ظل ہے وہ حضرت وجود تعالیٰ و تقدس کا پرتو ہے۔ لہذا حکمن کا وجود کیا علم میں اور یا خارج میں حضرت وجود کا پرتو ہے۔ اور حکمن کے صفات حضرت وجود کے کمالات کے پرتو ہیں۔ حکمن کا علم، علم الہی کا پرتو ہے۔ علم الہی اپنے مقابل میں منعکس ہوا ہے۔ اسی طرح حکمن کے تمام صفات اور اس کا وجود۔ صفات الہیہ اور حضرت وجود کا پرتو ہیں۔ جو کہ مرآت عدم پر ظاہر ہوئے ہیں۔

پیادردم از خانہ چزیرے نخست تو دادی ہمہ چزیدن چزیرست
لہذا فقیر کے نزدیک نہ حکمن عین واجب ہے اور نہ حکمن اور واجب میں
حمل ثابت ہے، کیونکہ حکمن کی حقیقت عدم ہے۔ اور جو عکس اسماء و صفات
کا اس حکمن پر پڑا ہے سوہا اسماء و صفات کا شیہ اور مثال ہے۔
تحمین اسماء و صفات نہیں ہے۔ اس صورت میں ہمہ درست "کافول
یعنی سب کچھ دہی ہے۔ کہنا درست نہیں۔ بلکہ "ہمہ ازوست" کا
قول درست ہے۔ یعنی سب کچھ اسی سے ہے۔ جو کچھ حکمن کا ذاتی ہے وہ
عدم ہے۔ جو کہ ثمارت اور فقص اور خلاشت کا نشانہ ہے۔ اور جو کچھ اس

پر تو مخصوص گرفتاد برا شق کر چرد
ما بُر و خدا ج بو و کم او بہ ما مشاق بو
لیکن امر مخصوص کا سایہ اور پرتو عاشق پر پر گیا تو کیا بات ہو

(لیکن یہ حاشیہ شد صفحہ گذشتہ) میں از قسم کمالات ہے وہ حضرت دا جب
جل شانہ سے مستفار ہے اور اس کے کمالات کا پرتو ہے - وہ ہی جل
شانہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے علاوہ حسب اظہرت ہے -
اور اس کا ماسوئی کیونکر نہیں تھا نہ ہو جبکہ عدم فوق انظمات ہے - عطا
اس سمجھش کی پوری تحقیق اس مکتوب میں ہے جو میرے فرزند ام
مرحوم کے نام ہے ماس خط میں حقیقت وجود اور ماہیات نکلنے کی
تحقیق کی گئی ہے - اس کو طلب فرمائیں الخ
آپ نے جس خط کا حوالہ دیا ہے وہ دفتر اول کا مکتوب ۲۰۰۶ء
ہے - آپ نے اس میں تحریر فرمایا ہے -

اے فرزند ستر غلام من سن لو - هر تیہ ذات میں (لیکن مرتبہ نیز الغیب
میں) کمالات ذاتیہ عین حضرت ذات ہیں ماس مرتبہ میں صفت علم
عین ذات ہے - اور یہی کیفیت قدرت واردات اور باقی صفات کی ہے
اس مرتبہ میں اس کی ذات ہی علم و قدرت و دیگر صفات ہے - پر صورت نہیں
ہے کہ فوارت مقدسہ کا کچھ حصہ علم ہے - اور کچھ کچھ دیگر صفات - اس مرتبہ
میں تجزی کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے - پہ کمالات گویا کہ حضرت ذات
سے نکلے ہیں - اور مرتبہ علم میں انہوں نے تمیز اور تفصیل حاصل کر لی

ہم اس کے محتاج تھے اور وہ ہمارا مشتاق تھا۔ یہ بیان اس حدیث
قدسی سے ثابت ہے۔ کنت کنزاً مخفیاً فاجبیتُ ان

رلیقیہ حاشیہ کے صفحہ گزشتہ) ذات پاک اُسی اجمالی اور وحدائی صرفت
پر یافتی ہے۔ یہ مرتبہ اجمالی ہے اس کے بعد مرتبہ تفصیل ہے۔ اس مرتبہ
میں ہر شےٰ متمیز ہو جاتی ہے سو تمام کمالات جو عین ذات تھے مرتبہ
تفصیل میں آگئے۔ یہ تفصیل بھی صرف مرتبہ علم میں ہے۔ ان کمالات
مفصلہ نے ظلی وجود حاصل کیا۔ اور ان کا نام صفات ہوا۔ ان صفات
کا قیام حضرت ذات سے ہے جو کہ ان کی احصی ہے۔ صاحب فصوص
کے نزدیک یہی کمالاتِ مفصلہ اعیانِ ثابتہ ہیں۔ جن کا وجود صرف علمی
ہے۔ اور اس فقیر کے نزدیک حقائقِ ممکنات و عدمات ہیں جو کہ
ما وائے شرطیں ہیں۔ مع ان کمالات کے جوان میں منعکس ہوئے
ہیں۔ ۱۷

آپ نے مکتوب سابق میں اپنے اور شیخ اکبر کے مدلک کے فرق کو
اس طرح واضح کیا ہے کہ آپ کے نزدیک عالم خارج میں وجود ظلی کے
ساختو موجود ہے۔ جس طرح پر کہ وجود اصلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ خارج
میں موجود ہے۔ خارجی عالم اس کے وجود خارجی کا نسل ہے۔ لہذا عالم
کو عین حق نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ظل شخص عین شخص نہیں۔ جناب شیخ
کے نزدیک ظل کا ثبوت ہر دو ہم اور خیال میں ہے ان کے نزدیک

اعرف فخلقت الخلق میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچان لیا جائیں۔ لہذا خلق کو میں نے پیدا کیا تاکہ میرا ظہور میں

ربیعہ حاشیہ کے صفحہ گذشتہ) ظل کو خارج کی ہوا تک نہیں لگی ہے خارج میں صرف احادیثِ مجردة کا وجود قسمیم کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک صفاتِ ثانیہ کا وجود بھی صرف خانہ علم میں ہے۔ خارج میں نہیں ہے۔ وہ کثرتِ موجودہ کو وحدتِ موجودہ کا ظل قرار دیتے ہیں اور چون کہ وہ ظل کا اثبات خارج میں نہیں کرتے اس لئے وہ ظل کو اصلِ حمل کرتے ہیں۔ علماء راہل سنت نے صفاتِ ثانیہ کا اور ممکن کا اثبات خارج میں کیا ہے۔ جناب شیخ اور علمائے میانہ روی کے طریقین کو لیا ہے۔ میانہ روی کا وسط اس فقیر کو ملا ہے۔ اگر جناب شیخ خارج میں وجودِ اصلی کا ظل پالیتے تو عالم کے وجود خارجی سے انکار نہ کرتے۔ اور اگر علماء اس بھیدا درسر سے آگاہ ہو جاتے تو خارج میں ممکن کا وجود اصلی نہ ثابت کرتے۔ الخ

یہ عاجز کہتا ہے کہ حضرت مجدد قدس پرہ فرماتے ہیں۔ کہ وجود اللہ کی ذات ہے اور وہ لزوم ہے۔ اللہ تو سُر السمواتِ والآرض۔ اس کا سوادم ہے۔ اور وہ ظلمت ہے۔ یہ کہ فوق الظلمات ہے۔ یہ عدم، ممکنات کی اصل ہے۔ عدمی آپنہ پر اسمار و صفاتِ واجبی کا عکس پڑا۔ اور وہ حقائق ممکنات ہوئے۔ عدمات

اور حکیقات منظہر ہو میرا اور میرے اسماء کا۔

اس حدیث کی سند کو اگرچہ محدثین نئے ضعیف بتایا ہے لیکن

رب قیرہ حاشیہ کے صفحہ گذشتہ) بہ منزلہ اصل اور مواد کے ہیں اور اسماء و صفات کا عکس صور حالہ ہیں۔ حکم کا ذاتی عدم ہے اور وہ ظلمت اور نقصان ہے۔ اور جو کچھ اس میں از قسم کمال ہے وہ اسماء و صفات کا پرتو ہے۔ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ۔ یعنی جو بھلا کی تم کو نہیں بخوبی ہے۔ وہ التَّبَرِّعَالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس کے اسماء و صفات کی تجلیات کے آثار سے ہے۔ اور جو بُرَائیٰ تم کو نہیں بخوبی ہے وہ تمہارے اپنے نفس کی طرف سے ہے۔ وہ عدی مرأت کا اثر ہے۔ ترمذی نے اپنی جامع کے باب افتراق هذنہ الامۃ میں جو کہ بواب العلم سے پہلا باب ہے۔ یہ حدیث شریف عبد اللہ بن عمر سے رد ابیت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سننا۔ ان اللہ تبارک و تعالیٰ خلق خلقہ فی ظلمة۔ فَالقى علیہم مِنْ نُورٍ كَفَمِنْ أَصَابَهُ ذَلِكَ النُّورُ اهتدى وَمَنْ أَخْطَأَهُ ضَلَّ فَلَذِكَ الْقُولُ جف المقلع علی علم اللہ۔ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت میں پیدا کیا۔ پھر ان پر اپنا نور دالا جس پر اس نور میں سے بچھ لے دیا اس نے ہدایت پائی اور جس سپر نہیں پڑا اگر اہ ہوا الخ حضرت

اصحابِ کشف کے نزدیک صحیح ہے۔ کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی صحت اپنے کشف کے ذریعہ معلوم کر لی ہے۔

اس بیان سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت واجب تعالیٰ و تقدس کی حقیقت وجود مطلق ہے اور ممکنات کے حقائق اس کے خیونات اور تعینات ہیں لہذا واجب تعالیٰ ممکن نہیں ہو سکتا۔ اور ممکن واجب نہیں ہو سکتا۔ حضرت واجب کا وجود و وجود مطلق پہنچے۔ اور وجود مطلق کے واسطے و تجویب لازم ہے سادر ممکن متعین ہے اور متعین کے لئے امر کان ہے۔ یہ بات قطعی طور پر حوال ہے کہ مطلق اس طرح پر متعین ہو جائے کہ معاشرت باقی نہ رہے اور اس کا اطلاق باطل ہو جائے۔ اور یہ صحیح تعبیہاً مجاز ہے کہ متعین عین مطلق ہو جائے۔ لیکن الاستفایہ متعین سے اصلاح تعین زائل نہیں ہوتا ہے۔ اگرچہ دیکھنے میں اس کا زائل ہونا ثابت ہوتا ہو۔

(باقیہ حاشیہ علیہ صفحہ گزشتہ) مجدد قدس سرہ پر جو کاشودہ ہوا ہے حدیث شریف میں کبھی وی ہے۔ اور این شریفہ سے کبھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ذکر ممکن کی حقیقت صرف ظل اسماء و صفات واجبی ہو تو پھر ہم نفیک سے کوئی شے ہراد ہے۔ مرات عدمیہ پر جن اسماء و صفات واجبی کا ظل پڑا ان سے ذہ بہرہ مندر ہوا۔ قلم نے اس کا بیان کر دیا ہے۔ یعنی لوح محفوظ ہیں۔

سالک جب فنا فی اللہ ہوتا ہے اس وقت اس کو اپنا تعین نظر نہیں آتا وہ اپنے تعین سے غافل ہوتا ہے۔ یہ غفلت اس کے استغراق اور فنا یافت کا اثر ہے ورنہ وہ تعین اپنی جگہ پر موجود ہے۔

اور یہ بات بھی ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے ذاتی کمال میں غنی ہے۔ اور اسمائی کمال میں غنی نہیں ہے۔

ؒ حضرت محمد و فتحراول کے مکتوب ۶۷ میں لکھتے ہیں "اللہ نے مطلق ہے۔ وہ اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے غنی ہے۔ وہ کسی امر میں کسی کامتحان نہیں ہے۔ وہ جس طرح پر اپنے وجد میں کسی کامتحان نہیں ہے۔ اپنے ظہور میں بھی کسی کامتحان نہیں ہے بلکہ صوفیہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اسمائی اور صفاتی کمالات کے لئے ہمارا محتاج ہے۔ اس فقیر پر یہ بات نہایت شائق گزرتی ہے۔ یہ فقیر تو یہ سمجھتا ہے کہ آفریش اور پیدا انتہ کا سبب خلق کو کمالات سے سرفراز کرنا ہے۔ نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی کمال حاصل ہو ایت شریفہ و مَا خَلَقْتُ إِلَجْنَ رَأَلَانْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ۔ ای لیعْرِی فوْنَ سے اس کلام کی تائید ہو تھی۔ یعنی میں نے جن و انس کو ہرف اس لئے پیدا کیا کہ ان کو میری شرمس حاصل ہو اور وہ کمال کے مرتبا ہو۔ نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی کمال حاصل ہو۔ حمد و شی قدری خلق کو لاعرف کا بھی بھی مطلب ہے۔ کہ میں نے خلق کو

اللہ کا منزد اور مشترہ ہونا | بیان سابق میں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے منزد

ریتیہ حاشیہ دھ صفحہ گذشتہ، پیدا کیا تاکہ میری عرف حاصل کی جائے۔
مخنوق محمد کو سبیان رے نہ یہ کہ خلق کی وجہ سے محمد کو کمال حاصل ہو۔ تعالیٰ
اللہ عن ذکر علوٰ اکبر۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت ہی بلند و
بازا بے ناخ اور آپ نے دفترِ دم کے مکتوب ۸۹ میں لکھا ہے۔

"اللہ کا دجود ہر خیر و کمال کا مبدأ اور ہر حسن و جمال کا مشابہ ہے۔
اس کا مقابل عدم ہے۔ جو کہ ہر شر و نقص کا مبدأ اور ہر بُحْر و فساد کا نش
ہے۔ جو ہمی کوئی دبال ہے۔ اسی سے ہے اور جو ہمی کوئی ضلال ہے اسی
سے ہے۔ با وجود ان خرابیوں کے اس میں خوبیاں بھی ہیں۔ چنانچہ دو
اپنے وجود کو وجودِ مطلق کے مقابلہ میں نیست و ناہود فرار دیتا ہے۔
اور یہ اس کی خوبیوں میں سے ہے۔ اور اسی طرح اپنے کو وجودِ مطلق
کی پناہ میں سپرد کرنا اور شر و نقص کو اپنے پر لینا۔ اس کے اچھے
ہر دوں میں سے ہے۔ اور اپنے وجود کو آئینہ بنانا اور اس میں وجود
کے مکالات کو سریدن از خایہ علم دیکھنا اور ان کو ایک دوسرے سے
متاز کرنا اور اجمال سے تفصیل میں لانا بھی اس کے اچھے اوصاف ہی
سے ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرتِ وجود کی خدمت گاری عدم کے دجو

ذات میں منزہ اور اپنے منظاہر میں مشبہ ہے۔ وہ پاک پروردگار جامع منزہ
و لشیہ ہے۔ نہ ایسا خالص منزہ ہے کہ اوصاف شبیہ کے قابل نہ رہے
جیسا کہ متكلمین میں سے اشعریہ نہ ہے ہیں۔ کیونکہ ایسی تشریف درحقیقت
تفقید ہے، اور وہ نہ ایسا خالص مشبہ ہے جس کے قائل مجسم ہیں۔
کیونکہ ایسی شبیہ درحقیقت تحدید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر تقدیر و
تحدید سے پاک ہے۔ وہ علیم تشریف میں اپنے منظاہر سے مشبہ ہے
اور علیم شبیہ میں منزہ ہے۔ کیونکہ اعیان الکا ہیں اور موجود صرف
وہی ہے۔ لہذا وہ کسی چیز سے مشبہ ہوا۔

اشعریہ تاویلات کرتے ہیں | قرآن مجید میں ایسی نصوص جو
پہلی بیت اُن نصوص کے جو تشریف پر دال ہیں، بیشتر ہیں
نصوص کی تاویل کرتے ہیں جو شبیہ پر دال ہیں۔ شیخ اکبر محبی الدین
ابن عربی فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی وہ مثال ہے جو بعض پرائیان

(لیقیہ حاشیہ سفوگزشتہ) سے ہے۔ حضرت دحود کا حسن و جمال و کمال اس
کے قبح و شر و نقص سے ظاہر ہے۔ اُس کا استغفار اس کے افتخار سے اُس
کی عزت، اُس کی دولت سے۔ اُس کی عظمت و کبریائی، اُس کی خاست
و دنارت سے۔ اُس کی شرافت، اُس کی رذالت سے۔ اُس کی خواجگی، اُس کی
بندگی سے ظاہر ہے۔ ۷

منم کا ستاد را اُستاد کردم ۷ نلام خواجه را آزاد کردم

لائے اور بعض کی تکفیر کرتے ہیں۔ اشعریہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو تشبیہ کے اوصاف سے متصف کرنے کو عقل محلِ سمجھتی ہے اور نصوصِ تشبیہ کی تاویل کرنے کے لئے عقل قرینہ ہے۔

اُن کے جواب میں شیخ اکبر کہتے ہیں کہ عقل تو یہ بھی کہتی ہے۔ کہ معجزات کی دلالت کی وجہ سے انبیاء رسول علیہم السلام کی بتوت اور رسالت ثابت ہے اور وہ اپنے قول اور بیان میں صادق ہیں، جو کچھ انھوں نے بیان کیا ہے وہ درست ہے سان حضرات نے ہم کو صفاتِ تشبیہ سے آگاہ کیا ہے۔ اب جب کہ عقل ماجاء بِ الرُّسُلُ کی دریافتِ تسلیم کرنی ہے اور ان کے لائے ہوئے احکام کو صحیح مانتی ہو تو پھر تشبیہی نصوص کے احکام سے عقل کا انکار کرنا کیا معنی رکھتا ہے اب اگر عقل انکار کرے تو سمجھ لیتا چاہیئے کہ یہ ازا غلط عقل ہے اور الیسی عقل پر دھرو سہ کرنا ٹھیک نہیں۔

تنزیہ اور تشبیہ کا بیان | قدر سرہ فرمائے ہیں۔

فَإِنْ قَلْمَتْ بِالْتَّنْزِيهِ كُنْتَ مُقَيْدًا
وَرَانْ قُلْتَ بِالْتَّشَبِيهِ كُنْتَ مُحَدِّدًا

وہ تنزیہ اور تشبیہ کے متعلق حضرت مجدد قدس سرہ رسالہ "معارف لذتیہ" میں تحریر فرمائے ہیں:-

اگر تم تنزیہ خالص کے قائل ہوئے تو تم نے اللہ کو غیر پیش میں مقید کرو یا سا و تم اس کے ظہور کا انکار کرتے ہو، حالانکہ پاک پروردگار

(لبقیہ حاشیہ ۹ صفحہ گذشتہ) (سال توں معرفت) وہ تشبیہ جس کا انکشاف تنزیہ کے انکشاف کے بعد ہوا کرتا ہے۔ وہ درحقیقت اس کی عین ثابتہ کا انکشاف ہے (یعنی اسما و صفات کے اُن ظلال کا انکشاف ہوا ہے جو اس کی حقیقت عدمیہ پر پڑے ہیں اور اس کے ساتھ مستخرج ہو کر اس کا مبدأ ہوا ہے) اور وہ تشبیہ جو تنزیہ کے ساتھ جمع ہوتی ہے۔ وہ یہی تشبیہ ہے جو تنزیہ کے بعد مشکل ہوتی ہے اور یہ از مرتبہ جمع ہے۔ اور وہ تشبیہ جس کا انکشاف تنزیہ کے ظہور سے پہلے ہوتا ہے۔ وہ از مرتبہ فرق ہے اور وہ تنزیہ کے ظہور کے وقت محو اور غائب ہو جاتی ہے۔ وہ تنزیہ کے ساتھ جمع ہونے کی تاب نہیں رکھتی اور تشبیہ و تنزیہ کے جمع کا مطلب یہ ہے کہ ادراک بسید طرا کا متعلق تنزیہ ہے۔ وہ ادراک جب پر وہ صفات الہمیہ میں تنزل کرتا ہے اور اس کی عین ثابتہ اس پر مشتمل ہوتی ہے۔ تو وہ تشبیہ ہو کر اس کے علم میں آتی ہے اور اس وقت ادراک مرکب ہو جاتا ہے۔ اور یہ مقامِ جمع بین تشبیہ و تنزیہ، مقامِ تکمیل ہے۔ کیونکہ صرف تنزیہ والا اپنے مدرکہ میں احضار ذات سے قادر ہے۔ اس لئے کہ ذات کا علم پر وہ صفات الہمیہ میں ہوا کرتا ہے اور پر وہ صفاتِ الہمیہ عین ثابتہ پر مشتمل ہے اور اس پر عین ثابتہ کا انکشاف نہیں ہوا ہے۔ لہذا جس شخص کو مطلوب کا

خوب کو نہیں بھر فرمائے ہے اور اگر تم صرف تشبیہ کے قائل ہو گئے کہ اللہ کا جسم ہے اور وہ مشبہ ہے تو تم نے اللہ تعالیٰ کے لئے حد مقرر کر دی:

ربِقیہ حاشیہ فتح صفحہ گز شستہ، علم نہ ہو۔ وہ اس کے متعلق کیا نہیں بات ہے سکتا ہے اور وہ مطلوب حقیقت کو صفات کو نہیں کے پر دوں میں نہیں صحیح سکتا۔ کیونکہ وہ اس کا آئینہ نہیں بناتے ہے۔ عطیاتِ شاہی کے لئے شاہی سوار بیان ہی درکار ہیں۔

"اللہ کا فعل اور اس کی صفت مثلاً اس کی ذات کے یہ کافی ہے۔ اس بیرونی کثرت کی تجھیش قطعاً نہیں ہے۔ خاتمہ مافی انبیاء پر یہ بات ہے کہ جس طرح پر اس کی ذاتِ مقدسرہ نے امور کثیرہ سے تمايزِ تعاق پیدا کیا ہے۔ اس کے فعل اور صفت نے بھی تعلق پیدا کیا ہے۔ کیونکہ خارج میں وہ عین ذات ہیں۔ جس طرح پر اس کی ذاتِ مقدسرہ بوجہ اس تعلق کے جو اشار متعددہ سے اس کو ہوا ہے۔ ذاتِ متعددہ ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کا فعل اور اس کی صفت بوجہ تعلقاتِ متعددہ کثیر طی ہر ہوتی ہے۔ اللہ کا فعل ازل سے اپدھک ایک فعل ہے۔ وَهَا أَهْرَنَا رَأَلَةً دَاهِدَةً كَلْمِيمَه بِالْبَصَرَ۔ ہمارا کام تو یہی ایک دم کی بات ہے۔ جیسے زگاہ کی لپک۔ جو نکر اس کا متعلق اشیائے متعددہ ہیں۔ اس لئے وہ متعددہ ظاہر ہوتی ہے۔ اور جس طرح پر اس کی ذات تمام اضداد کی جامع ہے۔ اس کا فعل بھی جامع اضداد ہے۔ اس کا فعل ایک ہی ہے۔

حالانکہ اس کے لئے کوئی حد نہیں ہے۔

وَإِنْ قُلْتَ بِالْأَمْرِ مِنْ كُنْتَ مُسَدِّداً وَكُنْتَ إِمَامًا فِي الْمَعَارِفِ سَيِّدًا

ریقیریہ حاشیہ ۲۹ صفحہ گز شتر، لیکن ایک جگہ زندہ کرنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور دوسری جگہ مارنے کی صورت میں۔ اُسی فعل کو ایک جگہ انعام اور اکرام کہتے ہیں اور دوسری جگہ ایلام اور انتقام کہتے ہیں۔ یہی کیفیت صفتِ کلام کی ہے۔ وہ ازال سے ایز تک ایک ہی کلام سے مستلزم ہے۔ وہ گونگا اور نہ بول سکنے والا نہیں ہے۔ اس کا دھی ایک کلام مختلف محلات پر۔ الفاظ مختلف اور کلمات تباینہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کسی مقام پر امر کہلاتا ہے اور کسی جگہ پر نہیں۔ اور کبھی اسم ہوتا ہے اور کبھی حرفا۔ اور یہی کیفیت اس کے تمام صفات کی ہے۔

اور آپ نے مکتوبات کے رفتار دل کے مکتوب ۲۷ میں لکھا ہے "بعض چالیانِ تنزیہ اور تشبیہ کہتے ہیں کہ تنزیہ پر ہر من کو ایمان حاصل ہے۔ عارف وہ شخص ہے جو تنزیہ کے ساتھ تشبیہ کو بھی جمع کرے اور مخلوقات کو خالق کا ظہور سمجھے۔ کثرت کو وحدت کا لباس جانے اور مصنوعات میں صانع کا مطالعہ کرے اور اس کو دیکھے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ ان افراد کے نزدیک خالی تنسیہ کی طرف متوجہ ہوتا نقص ہے اور وحدت کو بلما خظہر کثرت، دیکھنا عیوب ہے۔ یہ افراد ان لوگوں کو جو اخیرتِ صرفہ کی طرف متوجہ ہیں ناقص کہتے ہیں۔ اور کثرت کے بغیر وحدت نے کے مطالعہ کو تحدید اور

اور اگر تم دلوں امر کے قائل ہوئے اور تم نے اللہ تعالیٰ کو عین تشریع میں مشتبہ اور عین تشبیہ میں منزہ جانا تو تم اللہ تعالیٰ کی

ربقیہ حاشیہ ۹۷ صفحہ گذشتہ تقیید خیال کرتے ہیں۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ - تمام انبیاء علیہم الصلوٽ والتسیمات کی دعوت خالص تشریع کی طرف ہے۔ آسمان کتابوں میں تنزیحی ایمان کا بیان ہے سے انبیاء علیہم السلام آفاقت اور انفسی باطل خداوں کی نفی کرتے ہیں اور ان کو باطل سمجھنے اور کہتے کی دعوت دیتے ہیں۔ کیا تم نے کبھی سنائے کہ کسی بغیر نے ایمان پر تشبیہ کی دعوت دی ہے۔ اور خلق کو خالق کا ظہور کہا ہے۔ تمام انبیاء واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کے لامہ توحید میں متفق ہیں اور اس کے سوا تمام ارباب کی نفی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاعِدَتِنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَا تَعْبُدُ إِلَّا اللَّهُ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَنْخِذْ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلُّوْا فَقُولُوا إِشْهَدُ وَا يَا نَاتِمُسْلِمُونْ رکھدو، اے کتاب والو ایک بات کی طرف اور جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان میساں ہے کہ ہم بندگی نہ کریں مگر اللہ کی، اور اس کا شرک کسی چیز کو نہ کھیرائیں۔ اور آپس میں یہ دوسرے کو اللہ کے سوا اپنا رب نہ بنائیں۔ پھر اگر اہل کتاب اس بات کو قبول نہ کریں تو ان سے کہدو۔ تم گواہ رہو کہ ہم فرمان کے تابع اور اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ اھ۔

مِعْرَفَتٍ مِّنْ صَحِّحٍ رَّأَسْتَهُ پَرْ ہُو اور تم معارف الہیم میں سردار ہو۔

فَمَنْ قَالَ بِالْأَشْفَاعَ كَانَ مُشْرِكًا وَ مَنْ قَالَ بِالْأَفْرَادِ كَانَ مُوَحَّدًا
جُو دُو دُجُود کا قائل ہوا کہ ایک اللہ کا وجود ہے اور ایک ممکن کا،
تو وہ شرک کر رہا ہے۔ اور اس کا یہ شرک، شرکِ خفی ہے۔ اور جو شخص
صرف ایک وجود کا قائل ہوا اور اس نے کہا کہ وجود صرف اللہ ہی کا ہے،
اس کے سوا جو کچھ ہے وہ اس کے منظاہر ہیں اور منظاہر کی کثرت اس کی
وحدت کے منافی نہیں تو یہ شخص موحد ہے۔

فَإِنَّمَا كَيْدُ الْمُتَشَبِّهِ بِهِ أَنْ كَنْتَ تَأْنِي بِهِ وَ لَمْ يَكُنْ
بِّكَيْدٍ إِلَّا كَيْدُ الْمُتَنَزِّهِ بِهِ إِنْ كَنْتَ تَنْزِي
بِّكَيْدٍ فَكُوْتُشَبِّهِ سَأَكْرَتْمَ أَپْنَى وَ جُوْدَكُو دُوْسَرَا وَ جُوْدَ بَعْدَهُ ہو،
یعنی ایسی تشبیہ کے قابل نہ ہو کہ ایک وجود حق کا سمجھوا اور دوسرا وجود
ایضاً سمجھو، جو حق کے وجود سے الگ ہو۔ بلکہ وہ منظاہر ہیں تشبیہ کے
قابل ہنو اور بچاؤ اپنے کو تنزیہ سے۔ اگر تم تنزیہ کو تشبیہ سے
مفرد کر رہے ہو۔ یعنی ایسی تنزیہ کے قابل نہ ہو جو خالص تنزیہ ہو۔
اور اس کے ساتھ تشبیہ نہ ہو۔ تم کو چاہیئے کہ عین تنزیہ میں تشبیہ
کے اور عین تشبیہ میں تنزیہ کے قابل ہو۔

فَمَا آتَتْ هُو بِلِ اِنْتَ هُو وَ تِرَاكَ فِي عَيْنِ الْاَمُورِ مِسْرَحٌ وَ مَقِيدٌ
تم حق کے عین نہیں ہو کیونکہ حق تعالیٰ وجود مطلق ہے اور تم مقید
اوہ متعین ہو۔ اور متعین کسی طرح بھی عین مطلق نہیں ہو سکتا ہاں
تم اپنی حقیقت سے عین حق ہو۔ حق تعالیٰ تم میں متعین ہو لے۔

تم اللہ کو عین موجودات میں تعین کی قید سے آزاد اور تعین کی قید سے مقید پا رہے ہو لیکن اللہ تعالیٰ کو تعین میں ظاہر دیکھ رہے ہو۔ احمد بن زیلارا ابہ الاء اللہ۔ اللہ کے سوانح کوئی موجود ہے۔ اور نہ کوئی معمود ہے۔

مذنوی | مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ فرماتے ہیں ہے
نا مصوّر را مصوّر گفت تے با محل آمد ہے ز صورتِ مستنت
نا مصوّر را مصوّر شاہد ہوت کوہہ منجز است و بیرون شد ز پو
یعنی اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کرتے ہوئے تمہارا صاف نامصوّر اور
بے صورت کا ہدایا باطل قول ہے۔ اور تنزیہ محظوظ ہے۔ اول تشبیہ کرتے
ہوئے مصوّر اور با صورت کہہ دینا بھی باطل قول ہے۔ اور یہ
تشبیہ محظوظ ہے جب تک صورت سے خلاصی نہ ہو، نامصوّر یا
بے صورت کا ہدایہ سے حقیقی تنزیہ حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ
انسیدات اور تشبیہ ہے مجرّدات ہے کہ اللہ مکان سے مجرّد ہے اور
اپنے وجود میں اجسام سے باین اور مختلف ہے اور اسی طرح مصوّر
اور با صورت کہہ دینے سے تشبیہ حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ وجود
کی تقید ہے اور جسم کا تعین ہے اور یہ باطل ہے۔ نامصوّر اور
 المصوّر نہیں منزہ اور مشتبہ اس شخص سے کہا جائے گا جو کہ اپنے
پوست سے نکل کر تمامہ مغز ہو کر رہ گیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ میں فانی
ہو کر یا تی بال اللہ سوکیا اور اس پر تمام امور کے حقائق ظاہر ہو گئے ہیں۔

ایسا شخص عین تشبیہ میں تشریف اور عین تنزیہ میں تشبیہ کرتا ہے جیسا کہ ابیاتِ سالیقہ میں بیان کیا چاچکا ہے۔

از تو اے بے نقش با چندیں صور ہم مشبہ ہم منزہ خیرہ سر وحدت وجود کی مخالفت | متکلمین اور فلاسفہ نے کیا

ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے اور کثیر میں ایک کے طہور کو بدراہتہ "عقل محل صحبت" ہے۔ لہذا یہ نظریہ درست نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ متوسط درجے کی عقل جو کہ صرف عقلی استدلالات سے علم حاصل کرتی ہے اس کو محل صحبت ہے لیکن ایسی عقل کا کوئی اعتبار نہیں کیا زکر وہ غلطی سے خالی نہیں ہوتی ہے

پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت یہ نکلیں بود عقل میں اگر اتنی صلاحیت ہوا کرتی کہ ہر چیز کو خود معلوم کر دیا کری تو انبیا و رسول کیوں بھیجے جاتے۔؟ ان حضرات کی بعثت اسی بنا پر ہوئی ہے کہ اسرار الہیہ کو پالینے سے عقل قاصر ہے لہذا ایسی استدلالی عقل کے حکم پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا اور بھر اس عقل کا یہ کہنا کہ کثیر میں ایک کا طہور بدراہتہ محل ہے درست نہیں ہے۔ وہ شیطان کے بھٹکانے اور وہم کے غلبہ پا جانے کی وجہ سے غلط بات کو بدیہی حکم فارددے رہی ہے۔ بھی وجہ ہے کہ خود اس حکم کرنے میں پریشان ہے۔ کبھی اس کو باطل کہتی ہے اور

کہ منی بائسر کیا یہ استدلالی عقل ایک ماہیت کو جسے کلٹ طبیعی کہتے ہیں۔ کشیر شخص میں تجویز نہیں کرتی ہے۔ جب اس نے کلٹ طبیعی کو کشیر شخص میں تجویز کر دیا ہے تو پھر استحالہ کہاں باقی اور کشیر میں ایک کائناتی برداشت کیسے ممنوع ہوا۔؟

وہ عقل جو کامل ہے اور اللہ کے نور سے منور اور انہیا کی فرماں بردار اور ان کے لائے ہوئے احکام پر ایمان لانے والی اور ان کے اخبار کو صحیح تسلیم کرنے والی اور ان پر بلا تادیل عمل کرنے والی ہے اور جس کا کشف کتاب اور سنت کے موافق ہے۔ وہ کثرت میں ایک کے ظہور کو نہ صرف یہ کہ مجال نہیں کہتی بلکہ وہ خود اس کا مشاہدہ کرتی ہے۔ اور اس کو واقع اور ثابت کہتی ہے۔

نہ حضرت محمد دفترزادل کے مکتب ۲۹۱ میں لکھتے ہیں ۔ "اکثر افراد کے لئے توحید و جوادی کے ظہور کا سبب توحیدی مراقبات اور کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کی یہ کثرت مزادلت ہے معنی لا موجود الا اللہ ہوا کرتی ہے، کیونکہ اس معنی کے ساتھ کلمہ توحید کی مزادلت سے سلطان خیال میں نقش جنم جاتا ہے۔ لہذا اس بناء پر جو توحید ظاہر ہوئی ہے وہ معلوم ہے۔ اور اس کا صاحب، ارباب احوال میں سے نہیں ہے۔ ارباب احوال اصنف قلوب ہیں۔ اور اس طرح کی توحید والا۔ مقام قلب سے بے خبر ہے۔ اس کی توحید علمی توحید ہے۔ اور علم کے بھی درجات ہیں۔ بعضہا فوق بعض

متن کلیدیں کہتے ہیں کہ وحدت وجود اور کثرت متن کارو بیہ میں اللہ تعالیٰ کا ظہور شریعت کی رو سے

(بعقیرہ حاشیہ نہ صفحہ گز ششہ) اور بعض افراد کے لئے توحید وجودی کے ظہور اور منشا کی وجہ انجداب اور قلبی محبت ہے۔ ابتدا میں یہ لوگ اذکار و مراقبات کا شغل کرتے ہیں۔ لیکن بلا تجھیں معنی توحید اور پھر اپنی حمد و جہد کی وجہ سے یا محض عنایت ازلیہ کی وجہ سے مقام قلب کو پہونچ جلتے ہیں اور ان میں خذیرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اب اس مقام میں اگر ان پر توحید وجودی کا جمال ظاہر ہو جاتا ہے۔ تو اس کی وجہ محبوب کی محبت کا غلبہ ہے۔ غلبہ محبت نے اس کی نظر سے بجز محبوب کے سب اور پر شدہ کر دیا ہے۔ اب جب کہ یہ لوگ محبوب کے سوا نہ کسی کو دیکھتے ہیں اور نہ کسی کو پالتے ہیں تو لا محالہ وہ محبوب کے سوا کسی کو موجود نہیں سمجھ سکتے۔ یہ توحید تجھیں اور توہم کے مشابہ اور علّت سے پاک و صاف اور از توحید احوال ہے۔ اور اس توحید کے اصحاب ارباب قلوب ہیں۔ اگر یہ افراد اسی مقام سے عالم کو رچوں کریں۔ تو عالم کے ذریعہ ذریعہ میں اپنے محبوب کو دیکھیں گے اور موجودات کو اپنے محبوب کے حسن و جمال کے لئے مثل آئینہ کے پائیں گے۔ اگر حضرت مُقْلِبُ القلوب جل و علّا کے فضل و کرم سے ان افراد کا مقام مقام قلب ہی عبور ہو جائے۔ تو یہ کیفیت روبروی زوال ہو جائے گی۔ جتنا عدوخ زیادہ ہوتا جائے گا اُسی قدر یہ کیفیت کم ہوتی جائے گی۔ یہاں تک کہ اس کیفیت سے

باظل ہے مان کی اس بات کا یہ جواب ہے کہ شریعت ان آراء اور قواعد کا نام نہیں ہے جن کا استخراج متكلمین کی جماعت نے کیا ہے بلکہ شریعت ان احکام کا نام ہے جن کا بیان کتاب و سنت میں آیا ہے۔ اگر دحدت وجود کا مسئلہ متكلمین کے استخراج قواعد کے خلاف چاہا ہے تو کوئی مخالفت نہیں ہے کتاب و سنت کی مخالفت نہ ہوں چاہئے۔ اس مسئلہ میں کتاب و سنت کی مخالفت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بلکہ کتاب و سنت سے اس کی تائید ہو رہی ہے۔ سید الطالف حضرت جنید بغدادی کہتے ہیں۔ عِنْمُتَّا حَدَّى مَعْنَىٰ بِالْكِتَابِ وَالسَّنَّةِ لِيُغْنِيَهُمْ صَوْفِيُّونَ کا یہ علم جو کشف

دلبقیہ حاشیہ (الصفحہ گز شتم) میں مبتدا تک باقی نہ رہے گی۔ بلکہ بعض افراد اس حد پر پہنچ جاتے ہیں کہ وہ اس جماعت پر انکار اور طعن کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ رکن الدین ابوالمکارم علام الدوایسانی نے کیا ہے۔ اور بعض افراد اس کیفیت کے زائل ہونے کے بعد کچھ نہیں کہتے۔ نوہ اس کیفیت کی نقی کرتے ہیں اور نہ اثبات۔ یہ کاتب سلطور ارباب توحید وجودی پر انکار کرنے اور ان پر طعن کرنے سے اپنے کو بچاتا ہے۔ انکار اور طعن کی لکھائش اس وقت ہو سکتی ہے کہ اس مقام اور کیفیت رکھتے رالوں کا اپنا کوئی مقصود یا کسی قسم کی اختیار ہو۔ جب کہ یہ کیفیت بلا اختیار طاہر ہوتی ہے تو یہ لوگ مجبور دعوذ رہیں۔ اور مجبور دعوذ پر رد نہیں کیا جاسکتا۔ اخ

کے طریقے سے حاصل ہوا ہے کتاب و سنت سے دایتہ ہے کتاب اور سنت سے اس کی تائید ہوئی ہے کتاب و سنت کی تائید بالکل واضح اور ظاہر ہے - لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلْمَةُ تَوْحِيدٍ ہے۔

اور بلا تاویل اس کا متبادر ترجمہ یہ ہے کہ اللہ کے ہمزا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ جو کبھی الٰہ ہے وہ علیٰ اللہ ہے۔ الٰہ سے مراد معبود ہے اور ازروں کے لفظ معبود اس کو کہتے ہیں جس کے سامنے تذلل اور عاجزی کی جائے۔

اور موجودات میں سے کوئی شےی نہیں ہے جو کسی دوسرے کے سامنے تذلل اور عاجزی نہ کرتی ہو۔ لہذا اپنی حقیقت کے اعتبار سے ہر شے علیٰ اللہ ہو۔ اور اللہ ہر معبود میں ظاہر ہوا۔ اگرچہ عبادت کرنے والا اپنی بے وقوفی اور ندادانی کی وجہ سے اس حقیقت سے لے بخوبی۔

لیکن متکلمین کلمہ توحید کی اس طرح تاویل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہمزا کوئی الٰہ ایسا نہیں ہے جس کی عبادت کرنے کی شرعیت نے اجازت دی ہو۔ لہذا وہ باطل آللہ جس کی عبادت مکی شرعیت نے اجازت نہیں دی ہے ماگر موجود بھی ہوں تو کوئی مضافۃ نہیں ہے مان لوگوں نے اتنا خیال نہ کیا کہ ان کی یہ تاویل تہ صرف بعید ہے بلکہ کلمہ توحید کے الفاظ سے یہ طلب اور مدعی اثابت نہیں ہوتا اور خاص کر اس صورت میں کہ

اصل گفت و شنید پر انصاف کی نظرِ دالی جائے۔ اور اس کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے کفار قریش یہی سمجھے کہ آللہ کثیرہ عینِ اللہ ہیں۔ اور اس پر ان کو تعجب ہوا۔ اگر وہ یہ سمجھتے کہ صرف الہ بِرْحَقْ ہی عینِ اللہ ہے تو ان کو تعجب نہ ہوتا۔ کفار قریش اہلِ بُشَان تھے وہ جو کچھ سمجھے کلمہ طیبہ کے الفاظ سے سمجھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سمجھنے کو غلط نہیں قرار دیا۔ اور نہ آپ نے ان کی بات کا انکار کیا۔ اور نہ آپ نے ان سے یہ فرمایا کہ اللہ سے مراد اللہ بِرْحَقْ ہے۔ اور اس صورت میں بہت سے خداوں کا ایک خدا ہونا لازم نہیں آتا۔

کلمہ توحید میں خیسِ اللہ کی نفی اور اللہ تعالیٰ کا اثبات ہے قیامت کے دن جب کافرا پنے معبودوں کے متعلق کہیں گے کہ ہم ان کی پرستش کیا کرتے ہیں۔ تو ان کے معبود ان کو جھٹلا میں گے۔ عبادت کرنے والوں کو اُسی صورت میں جھٹلا یا جاسکتا ہے۔ کہ عبادت کرنے والوں کی عبادات معبود کے ظاہری شکل و صورت کے لئے ہوتی ہو بلکہ اس پاک ذات کے لئے ہوتی ہو جو کہ اس شکل و صورت میں ظاہر ہے۔ چونکہ قیامت کے دن کافرا پنی عبادت کی صیحت معبودوں کی ذات کی طرف کریں گے۔ اس لئے جھٹلا گے۔ اور ان کی بات کو جھوٹ اور تہمت قرار دیا جائے گا۔

تعینات کثیرہ میں ایک کاظمہ اور اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ تعینات کثیرہ

میں ایک ہی ذات کاظمہ ہے۔ اور وہ ذات پاک اللہ تعالیٰ کی شریعت سے یہی بات ثابت ہے۔ اور یہی بات صوفیہ کہتے ہیں۔ حاشا کہ صوفیہ کی بات شریعت کے خلاف ہو۔ رسولان کرام حضرات نوح۔ شعیب۔ صالح اور ہود علیہم السلام نے اپنی اپنی قوموں کو اللہ کی عبادت کی دعوت دی۔ کہ اعبدوا اللہ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَهٖ غَيْرِهِ۔ تم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبد نہیں ہے۔ یعنی ہر وہ معبد جس میں تم الٰہیت کا خجال کرتے ہو اور جس کو تم اپنا خدا سمجھتے ہو وہ اللہ ہی ہے۔ وہی ہر مجاہلی، ہر تھیپن، اور ہر منظر میں معبد ہے۔ تم ان طویاں کو حچھوڑو اور اس پاک ذات کی طرف رجوع کرو۔ جو ان منظاہر میں ظاہر ہے۔ یہ آیت اس بات پر دلیل قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور چوں کہ متكلمین نے تاویل پر کرباندھ رکھی ہے۔ اس لئے وہ اس آیت کی بھی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں الٰہ سے مراد معبد حق ہے۔ جس کی عبادت شرعاً ممنوع نہیں ہے۔ ان لوگوں نے آتنا نہ سوچا کہ اس تاویل کا لازمی تجوہ یہ نکلتا ہے کہ تھام انبیاء نے موؤں کلام سی اپنی دعوت کی ابتدا کی ہے۔ کسی ایک نے بھی صاف طور پر کھلکھلے نفظوں سے اپنا مدعا بیان نہیں کیا۔ تمام حضرات انبیا کی دعوت

کے متعلق اس قسم کی بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کی عقل میں خل
ہو۔ مَنْ لَمْ يَتَبَعِّجْ كَاللَّهُ لَهُ نُورٌ أَفَدَاكُمْ مِنْ نُورٍ۔ جس
کو اللہ تعالیٰ نے روشنی نہ دی ہو تو اس کے واسطے کسی جگہ بھی نور
اور روشنی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔

آسمانوں اور زمین میں وہی اللہ ہے۔ یہ آیت اسی بات پر نص ہے
کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ ظاہر ہے چونکہ متكلمین کا شمند تاویل
پوری طرح جوانیوں پر ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک اس آیت
میں فقط مبارک "اللہ" معہود کے معنی میں ہے۔ چنانچہ ان کے
قول کی رو سے آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ آسمانوں اور زمین میں وہی
معہود ہے۔ ان حضرات نے آنا خیال نہ کیا کہ لفظِ اللہ والوجود
جل شانہ کا نام ہے اور نام کا استعمال کسی معنی میں جائز نہیں۔
باوجود اس فقہ کے اگر ان کی اس تاویل کو تسلیم کر لیا جائے تو
اس کا ترجیح یہ نکلے گا کہ جو بھی آسمانوں اور زمین میں معہود ہے، وہ
اللہ ہی ہے۔ اور اس مدعا سے بھی ہمارے بیان کی تائید ممکن ہے
لیکن اب اس کا کیا علاج کہ وہ معہود کو مقید کر دے ہے ہیں۔ اور
کہہ رہے ہیں۔ کہ معہود سے وہ معہود مراد ہے جس کی عبادات کرنے
کی اجازت شریعت نے دی ہے۔ اس قسم کی تاویلات سے کلام
اہل الفاظ کے دائرہ سے نکل کر مذاہم و مطالب کے دائرے

میں آجاتا ہے۔ اور اللہ کا ارشاد ہے ھوَ الَّذِي فِي السَّمَاوَاتِ وَ
فِي الْأَرْضِ مِنَ اللَّهِ - وہی پاک ذات اسماں میں اللہ ہے اور وہی زمین میں
اللہ ہے۔ یہ آیت اس پر نص ہے کہ ہر وہ الہ جو اسماں میں ہے اور زمین
میں ہے ؎ اللہ تھی ہے۔ لیکن تاویل کرنے والے اس طرف التفات
نہیں کرتے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اَنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ
إِنَّهَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ - اے جبیب !
تم سے جن لوگوں نے بیعت کی ہے، انھوں نے اللہ سے بیعت کی
ہے سا اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اس آیت سے صاف
طور پر معلوم ہوا کہ رسول اللہ علیہ اللہ تعالیٰ تھے۔ بیعت کرتے وقت صاحب
نے اس کا مشاہدہ کیا۔ آپ اس وقت اللہ کے مظہر تھے۔ اس مدعا
کو تاکید دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیعت کرنے والے صاحب
کے ہاتھوں پر اللہ تھی کا ہاتھ تھا۔ حالانکہ ظاہر میں وہ ہاتھ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ بیعت کرنے والوں کے
مشاہدے میں اس وقت اللہ تھا اور آپ علیہ اللہ تعالیٰ تھے۔ آپ کا
ہاتھ مشاہدہ میں اللہ کا ہاتھ تھا۔

اس معنی پر بکثرت احادیث دال میں کہ منظاہر مکنہ میں اللہ

اللہ حضرت مجدد فقرۃ الاول کے مکتوب ۲۷۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ظاہر ہے۔ پوچھ طوالت ان کا ذکر نہیں کیا جاتا۔

ربیقہ عاشیہ اللہ صفحہ گذشتہ) تو حید وجودی والے بلے نہایت ارباب کا اثبات کرتے ہیں اور تمام ارباب کو رب الارباب کاظمہ و تحسیل کرتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں کتاب و سندت سے دلیل لانے ہیں۔ کتاب سے ھوا لاول وَا لَا خَرُّ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ۔ وہی اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے۔ اور وَهَا سَمِيتَ إِذْ سَمِيتَ وَلِكِنَ اللَّهَ سَرِي۔ جب تم نے پچینہ کا سمجھا۔ وہ تم نے نہیں پچینہ کا سمجھا بلکہ اللہ نے پچینہ کا سمجھا۔ اور اِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ۔ یعنی جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اور سنت سے آللهمَ انت الاوَّل فلبیس قبلک شئی وانت الآخر فلبیس بعدک شئی وانت الظاهر فلبیس فوقک شئی وانت الباطن فلبیس دونک شئی۔ اے اللہ تو ہی اوں ہے، تجوہ سے قبل کوئی شئی نہیں ہے۔ اور تو ہی آخر ہے۔ تیرے بعد کوئی شئی نہیں ہے۔ اور تو ہی ظاہر ہے، تیرے اور کوئی شئی نہیں ہے۔ اور تو ہی باطن ہے، تجوہ سے درے کوئی شئی نہیں ہے۔ لیکن ان تسلیات میں ان لوگوں کے لئے کوئی استشهاد نہیں ہے جیسے عبارتیں ماسول سے کمال وجود کو نفی کرنے کے لئے اور حصر کرنے کے لئے ہیں۔ اصل وجود کی نفی کرنے کے لئے نہیں ہیں۔ جس طرح پلا صلوٰۃ

بعض تعینات کی عبادت و اجتناب کی حرام | جبکہ یہ بات سوال ہے۔

ثابت ہے کہ موجودات میں سے ہر شے میں اللہ کا ظہور ہے اور ہر شے اللہ کا منظر ہے، چاہے وہ محسوس ہو، چاہے نہ ہو، لہذا ہر کی عبادت جائز ہوئی چاہیے۔ کیونکہ درحقیقت عبادات اللہ ہی کی ہے۔

جواب:- اس میں کلام نہیں کہ ہر شے میں اللہ کا ظہور ہے

ربقیہ حاشیہ اللہ صفحہ گذشتہ) الابفا تحة الكتاب۔ تعبیر فاتحۃ الکتاب
کے نماز نہیں۔ اور لا ایمان لعن لا امانت لہ۔ جس میں امانت نہیں
اس میں ایمان نہیں۔ وارد ہے۔ ایسی عبارتیں کتاب و سنت میں بہت ہیں۔
اور ان کا جو بیان علماء نے کیا ہے، وہ تاویل نہیں ہے بلکہ ان نصوص کو
کمال بلاعث کے نفع پر حل کرنا ہے۔ کسی شخص کی سفارت کو اگر اہمیت
دی جاتی ہے تو محادرہ میں کہا جاتا ہے کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے سارے
باتے یہ حقیقت منظور نہیں ہوتی کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہو گی۔ بلکہ
اس مقام پر مقصود مجاز ہے۔ اور یہ مجازی تعبیر حقیقت سے زیادہ بلعنة
ہے۔ اگر کوئی غلام یا خادم اپنی قدرت اور طاقت سے زیادہ کام کر لیتا
ہے۔ اور اس کام میں مالک بہت استعمال کرتا ہے تو مالک کو حق ہے
اپنے غلام اور خادم سے کہہ دے کہ یہ کام تم نے سرانجام نہیں دیا ہے۔

اور ہر شے اُس کا مظہر ہے۔ لیکن عبادت دُو وجہ سے کی جاتی ہے۔
 یا تو اُس مظہر کی ذات اور اس کی شخصیت کے لئے ہوتی ہے۔
 اور یا اُس پاک ذات کے لئے ہوتی ہے جو اس مظہر میں ظہور کئے
 ہوئے ہے۔ پہلی صورت ظلم اور شرکِ عظیم کی ہے۔ اور عبادت
 کرنے والا ظالم و مشرک ہے۔ انبیاء رکی بعثت اس شرک سے
 روکنے کے لئے ہوتی ہے۔ یہ اتنا عظیم گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوہیں
 بخشتا اور ایسے ظالم کی سزا دوزخ ہے۔ یہ عبادت کرنے والا
 چاہے اپنی جہالت کی وجہ سے مظہر کو اللہ کے سوا کوئی معبود سمجھے
 اور چاہے اُس کو اللہ تک پہونچانے کا ذریحہ سمجھے۔ چونکہ وہ بالذات
 اس مظہر کی عبادت کر رہا ہے۔ ظلم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ اس لئے
 وہ مشرک ہے۔ اور اگر دسری صورت ہے تو یقیناً عبادت اللہی کی
 ہے، مظہر کی طرف صرف متوجہ ہوا ہے۔ اور اس کو اس نے اپنا قبیلہ

(لبقیہ حاشیہ اللہ صفحہ گزشتہ) بلکہ یہ کام میں نہ کیا ہے۔ اس بات سے
 ذات کا فعل مراد ہے اور نہ اتحاد ذات۔ ان لوگوں نے شاید انبیا علیہم السلام
 کے خداق اور طریقہ کوہیں سمجھا ہے۔ ان حضرات کی دعوت کا مدار ہی دوئی پر
 ہے۔ فیر اور اتحاد کے بیان کو جو کہ ان حضرات کے کلام میں واقع ہے۔
 تو حید اور اتحاد کے زندگ میں پیش کرنا بجز تکلف بارہ کے اور کچھ
 نہیں۔ الخ

پڑایا ہے۔ اسی صورت میں اس مردوں کی بحث ہے کہ اللہ تعالیٰ سنت
اس منظہر کو قبول نہیں کرے چاہتے دی سے یہ نہیں۔ اگر دی سے
جیسے کہ بہت اشکار کرو تو عبادت کرنا جائز ہے۔ بلکہ دی سے
چلتے اور اگر ابادت نہیں دی سے تو اس کو تبریز یا انداز نہیں
اس کی عبادت سے بھائیت قرب کے اللہ کے بعد حاصل ہوتا ہے۔
دران کی وجہ یہ ہے کہ یہ منظہر اگر یہ اللہ کے ظہور کی وجہ ہے۔ از
اللہ سی اس میں متعدد ہے لیکن تمام مظاہر ایک ضرور کے نہیں
ہوئے۔ ان میں بزرگ ہوتا ہے۔ ہر منظہر کے عارضی اور لازمی
خواہ ہوئے ہیں جو دوسرے منظہر میں نہیں ہوتے۔ جس منظہر کا
لازمہ یہ ہو کہ وہ مسجد الیہ نہ بنا یا جائے۔ اس کو مسجد الیہ
بنانا اللہ کے غرضب اور عداب کا سبب ہے۔ اب جو شخص
اس کی طرف عبادت کرے گا۔ اور اس کا بینا مسجد الیہ بنے
گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا خندب نازل ہو گا۔ وہ شخص حرام فعل کا
ارٹکاب کر رہا ہے۔ اس کا بیان شریعت نے یوری طرح کر دیا ہے
اہذا اعمال کے سلسلہ میں شریعت کی میزان کی طرف رجوع کیا جائے
کیونکہ اعمال کے خواص کا پتہ شریعت ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انبیاء کو اسی واسطے بھیجا ہے
کہ وہ اعمال کے خواص سے اس کے بندول کو آگاہ کریں۔ اور پھر
اس کے بندے اُن اعمال کو اختیار کریں جو بہتر اور مفید ہوں۔

اور ان اعمال سے اجتناب کریں جو مفترست رسال اور نقصان دہ ہوں۔
دورانِ بیان مقصود ہیں ان امور کا ذکر آگیا۔ لہذا ان کو بیان
کر دیا۔ اب اصل موضوع کے طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

مسئلہٗ وحدت وجود | اللہ تعالیٰ کی ذات وجود حض ہے۔

وہ عارضی اوصاف سے پاک ہے۔
وہ اپنی ذات کے مرتبہ میں موجود ہے اعتبار مقام پر الوجود نہیں ہے۔

یعنی جس سے وجود کا قیام ہو، بلکہ وہ نفس وجود ہے سا اور موجود غیرہ
ہے۔ کسی عرض کی بناء پر اس کا وجود نہیں ہے رکیونکہ یہ انترا عقی رصد ف

ہے اور وہ اپنی ذات کے مرتبہ میں موجود نہیں ہے۔ بلکہ دا جب الوجود
ہے۔ عدمیت کی قابلیت نہیں رکھتا۔ چونکہ وہ خود اس مرتبہ میں وجود

ہے (دیکھو حاشیہ ۱) اس کی صفات جیسے علم و قدرت و غیرہما

اس مرتبہ میں نہیں ہیں۔ اس کی ذات ہی وجود مطلق ہے۔ اس کے
پاس اس کی ذات حاضر ہے۔ وہ اپنے ذاتی کمال کے ساتھ ہے۔

اس کے لئے وجوب اور استغنا ثابت ہے۔ وہ اس مرتبہ میں عالم
سے غنی ہے۔ اس مرتبہ تک کسی کا ادراک نہیں پہنچتا۔ اس مرتبہ میں
تمام اشیاء بالک میں۔ حافظہ شیرازی اسی مرتبہ کے متعلق ارشاد
کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

”فَقَاتَشَكَارَكَسْ شَوَدْ دَامْ بازْ چَسْ“

قدوة الصالحين، خليفة رسول رب العالمين ظاهرًا وباطنًا

ابو بکر صدیق رضوان اللہ علیہ نے فرمایا ہے سالِ الحجز عن درک
الادرس اُک ادرس اُک نارسائی کا سمجھ دینا ہی رسائی ہے۔
کیونکہ اس مرتبہ تک کسی کی سمجھ نہیں پہنچ سکتی۔ جو اپنے عجز
کو یہاں گیا۔ وہ حقیقت امر سے آگاہ ہو گیا۔

نور و ظلمت کے حباب

اللہ تعالیٰ کی ذات نور و ظلمت کے پردوں میں ہے۔ نور سے مراد
جمالی اوصاف اور فعلی صفات ہیں۔ اور ظلمت سے مراد جبالی
او صاف اور انفعالی صفات ہیں۔ اللہ کی ذات اپنے اوصاف کے
پردوں میں مستور ہے۔ اس تک کسی کی رسائی نہیں۔ نبی مکرم کی
زمک معظمر کی ہے۔

غیب و غیب

غیب و غیب کہتے ہیں۔ اپنے مدارک اور مجالیات میں اس کا ظہور
ہوتا ہے۔ اور عارفوں پر اس کا شہود ہوتا ہے۔ یہ مجالی اس ذات
کی تعینات اور شیوه نات ہیں جو کہ ذہن تمام ہونے والی ہیں لیکن ان
مراتب کی کلیات چھٹے ہیں۔

تسلیمات ذات کے چھٹے مراتب | تسلیمات ذات کے مراتب
 تسلیمات سترہ کہتے ہیں۔ ان میں سے پہلے اور دوسرے تعین میں
 تعدد کے لئے کوئی تکمیل نہیں ہے۔ فرضی طور پر بھی جس امر کا تصور
 نہ کیا جاسکے وہ ان دو مراتب کے تحت ہے۔ ان مراتب میں

اللہ حضرت محمد قدس سرہ دفتر سومہ کے مکتوب ۱۷۲ میں تحریر فرماتے ہیں:-
 اس فقیر کے نزدیک نہ کوئی تعین ہے اور نہ کوئی متعین۔ وہ کونسا تعین
 ہو سکتا ہے جو لا تھین کو متعین کرے یہ الفاظ شیخ محبی الدین اور ان کے اتباع
 کے مذاق پر ہیں۔ اگر اس فقیر کی عبارت میں اس قسم کے الفاظ واضح ہوئے ہیں۔
 تو وہ از قسم صنعت مشاکلہ ہیں الخ یعنی مناسبت کی وجہ سے کسی معنی کو دوسرے
 لفظ سے ذکر کرنا جیسے جوا ریتیہ سیتیہ میں عقوبت کے معنی میں سیتیہ آیا
 ہے۔ اور آپ نے دفتر اول کے مکتوب ۳۶۶ میں تحریر فرمایا ہے "صوفیہ وجہہ
 تسلیمات کے جن پانچ مراتب کا بیان کیا ہے۔ وہ مرتبہ وجہہ میں تغیر اور تبدیل کے
 قسم میں سے نہیں ہیں۔ اس مرتبہ وجہہ میں تغیر اور تبدیل کفر اور فضالت ہے
 ان مراتب کا اعتبار کمالات کے ظہور کے لئے کیا گیا ہے۔ بغیر اس کے کرائد کی
 ذات و صفات اور افعال میں کوئی تغیر یا تبدیلی واضح ہو۔ الخ چونکہ انسان عالم
 شہادت میں داخل ہے اس لئے بعض حضرات نے تسلیمات کے پانچ مراتب
 بیان کئے ہیں۔ حضرت محمد قدس سرہ بھی پانچ مراتب بیان فرماتے ہیں۔

شرکت کے لئے کوئی سبیل نہیں، ان کے بعد چار مراتب ہیں۔ اور ان کے تحت بے شمار اجنبی انسانوں والواع و اشخاص ہیں۔ ان مراتب میں اللہ تعالیٰ کا ظہور اپنے اسمائی کمالات سے متصف ہونے کے لئے ہوا ہے۔ (ردِ مکہ حاشیہ علی)

پہلا تعین تجزیات کا پہلا مرتبہ پہلا تعین ہے ماس مرتبہ میں، ہونے کی صلاحیت اپنی ذات کو اور اجمانی طور پر عالم کو جانتا ہے اس مرتبہ میں عالم اُن کی ذات کے ساتھ متعدد ہے اور اس میں ظاہر ہونے کی صلاحیت ہے۔ اس کی ذاتِ اقدس میں کسی قسم کا امتیاز نہیں آیا ہے۔ وہ اپنے اسماء اور صفات سے بطریقِ اجمال متصف ہے اس کے اوصاف میں سے کسی وصف کا کسی دوسرے وصف سے کوئی امتیاز نہیں۔ مثلاً سمیع، قادر سے اور قادر مرید سے متیاز نہیں۔ اس مرتبہ میں اس کی ذاتِ احمدیت، حضرة و صرفہ ہے۔ کثرت کے لئے چاہے وہ حقیقی ہو یا اعتیاری کوئی کنجائش نہیں ہے۔ تمام ممکنات مستہدک ہیں۔ اور تمام اسماء مضمحل اور مندرج ہیں۔ اس مرتبہ کو پہلا غیب کہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کی ذات نے مرتبہ غیب الغیب سے اس مرتبہ میں ظہور کیا۔ اس کی ذات اس مرتبہ غیب میں سب سے پوشیدہ ہے۔ البتہ اصحابِ کشف اور ربانی بصیرت جو موئید بتایہ ذاتِ الہمیہ ہیں۔ اپنے کشف سے اس مرتبہ کا ادراک کرتے ہیں بعض افراد اس مرتبہ کو "غما" کہتے ہیں۔

دوسرالتعین | یہ دوسر امر تبیہ ہے۔ اس مرتبہ میں اللہ کی ذات پر اپنے تمام اسماء و صفات کی کلیتیہ و جزویتیہ بروجہ تفصیل جامع ہے۔ ہر اسم دوسرے اسم سے ممتاز ہے۔ مثلاً سمیع، قادر سے۔ قادرِ مُرید سے۔ اس مرتبہ میں صرف اعتبری طور سے کثرت ہے۔ ذات پاک اپنے اوصاف سے متصف ہوئی اور وہ اوصاف اس کے اسماء کیلئے۔ اس مرتبہ میں اسماء کا کمال ظاہر ہوا۔ اگرچہ اسماء اور اوصاف محدود و ممتاز ہیں۔ لیکن سمجھی اور موصوف اللہ کی ذات ہے یہی وہیہ کہ ہر اسم کی توصیف دوسرے اسم سے ہوتی ہے۔ حسیے ہوا اللہ الرحمن الرحيم الملک القدس۔ وہ اللہ بُرا مہربان، نہایت رحمم والا، پاد شاه، پاک ذات۔ ہے۔ اس مرتبہ میں اللہ کو اعیان کا تفصیلی علم حاصل ہے۔ اور اعیانِ مکناۃ نے علمی ثبوت پیدا کیا ہے۔ اور وہ اعیانِ ثابتہ کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ اور یہ علم خلاق عالم کا ہے مَا اللہ نے اس علم کو موافق اس علم کے پیدا کیا ہے۔ جو خارج میں اعیان کے استعداد سے متعلق ہے۔

ایجاد کا طریقہ | جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اعیان میں سے کسی عین کا ظہور ہو تو وہ کون کہتا ہے۔ یعنی ہو جا۔ وہ عین خود پر انتشال کرنی ہے۔ اور ظہور میں

آجاتی ہے۔ اللہ کا فرمان صوت اور حروف سے پاک ہے۔
اعیان میں اپنی ذات سے وجود کی صلاحیت نہیں ہے۔ بلکہ
اُن کے وجود میں آنے کے لئے خصوصی اوصاف سے متصرف ہونے
اور خصوصی وقت کی ضرورت ہے۔ لہذا ہر عین اپنے خصوصی
استعدادات کے ساتھ خصوصی وقت پر ظاہر ہوتی ہے۔
فضل الصداقیین حضرت ابو بکر کے عین میں صدقہ قیمت اور
ولایت کے دوسرے اعلیٰ مراتب کی استعداد تھی۔ وہ انہی کے
ساتھ ظاہر ہوئی۔ ابو جہل کے عین میں کفر و سرکشی تھی۔ وہ انہی
کو لے کر ظاہر ہوئی۔

بِسْرَ قَضَا وَقَدْرًا | اعیان اللہ کے منظاہر ہیں۔ جو عین جس اسم
بِسْرَ قَضَا وَقَدْرًا کا مظہر ہے۔ وہی اس کا رب ہے
اللہ تعالیٰ یقیناً جواد مطلق ہے۔ اس کے خزانہ میں کسی شے کی کمی
نہیں، وہ ہر عین کو اس کی استعداد کے متوافق عطا کرتا ہے۔
جس عین کی استعداد خراب ہوتی ہے۔ اس کو خرابی ملتی ہے۔
اور وہ شقی ہوتا ہے۔ اور جس کی استعداد میں صلاح ہوتی ہے وہ
صلاح پاتا ہے۔ دینے والے کا کوئی قصور نہیں۔ قصور علیق کی
استعداد کا ہے۔ مختصر طور پر قضا و قدر کا بھیدیہ ہے۔

وَحَقِيقَتُوں کا ظہور | اس دوسرے مرتبہ میں واجب اور
مکن آپس میں بتایز ہو گئے حضرت

واجب الوجود اوصافِ کمال سے متصف ہوا۔ اور اعیان پر امکان کے علامات ظاہر ہوئے۔ اس طرح دو حقیقتوں کا ظہور ہوا۔ ایک حقیقت واجب الوجود کی، جو صفاتِ کمال سے متصف ہے اور معینہ سے متصف ہے۔ دوسری حقیقت ممکن کی، جو صفاتِ کونیہ سے متصف ہے۔ پہلے مرتبہ میں احادیث ہے۔ تمام اسماء اور اوصاف الہیہ اور اوصاف کونیہ پہلے مرتبہ میں ایک ہیں۔ وہاں نکش کے لئے گنجائش نہیں ہے۔ اسی لئے پہلے مرتبہ کو احادیث کہتے ہیں۔ اور دوسرے مرتبہ کو واحدیت۔ یہ دونوں مراتب از مراتب الہیہ ہیں۔ اور مراتب کو شیران دونوں مراتب کے بعد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عین ثابتہ تمام اعیان کے لئے ایصال فیض میں مدد اور معاون ہے۔

عَمَّا كَانَ دوسرے قیعنی کے بعد عَمَّا کا مظہر ہے۔ عَمَّا وہ حقیقت ہے جو کائنات کا ظہور عَمَّا میں ہوتا ہے۔ جب اسم رحمٰن کی توجہ کائنات کی طرف ہوئی اور اس نے اعیان پر رحمت نازل کی تو اس نے پہلے کیف پھونک ماری۔ اس طرح عَمَّا کا تحقق ہوا۔ لہذا عَمَّا

سلہ بعضاً حضرات نے پہلے مرتبہ کو وحدت اور دوسرے کو واحدیت لکھا ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے بھی وحدت اور واحدیت ہی تحریر فرمایا ہے۔

کے برابر ہے۔ ربِ حَنْفَ نے اس میں ظہور کیا ہے۔
ایہ وہ نے رَبِّ رَبِّیْلَ نے رسول اللہ علیٰ الصلوٰۃُ وَالسَّلَامُ
وَالرَّحْمَةُ وَالرَّحْمَنُ کے نام سے زیدیہ و سعید سے لیا فتح نیا۔ مُنَّ کانِ مریم بن قلی
خان نے تدویاتِ دارِ زرتشت - ہمارے پروردگار احمداؤں اور

ابن حمادہ نے ہمیں جو میں نے شیرہ سورہ جود میں حسن و سعید بن حمدیں
کے نام سے دایتی لی ہے۔ وقت یا رسول اللہ
کے نام سے اپنے شیخ خدیقہ تعالیٰ کان فی خیراً عصرِ حَنْفَتَه
کے نام سے ہوئے۔ خوش شدہ علیٰ ما ہے۔ مولانا عبدالعزیز الدین
کاظمی نے اپنے جہاں کو اس نکھامے "جس طرف نیق ابر آشنا" سے
نام دیا ہے۔ ابتداء سے ماتحت نہیں حوالیت اپنے ظہور سے آفتاب
و نیک و نسبت اور شر - یعنی تبعہ اندیخت و نفس رحمانی پرچھ پیاسی ہے۔
نہ من دیکھوں اس میں پوشیدلی اس حد تک ہمچی ہوں تاہم ظاہر کو باطن
کوئی جیسی ہے۔ اور سائل نے جو سوال رسول اللہ علیٰ اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے۔
اے۔ چراں میں اشارہ کرتا ہے۔ قاعده کی رو سے اپر کے اوپر اور پیچے ہوا ہوا
اگرچہ۔ آئندہ نے علیٰ اللہ علیہ وسلم نے اس ہوا کی لفڑی فرمادی۔ تاکہ سوال کرنے
 والا اپنی خاتما سے ظاہر ہو اپر مرا دنہ لے لے۔ اس مرتبہ کو عملاً اس وجہ سے کہتے ہیں
کہ یہ مرتبہ اپنے ظہور سے آفتابِ حقیقی کے وجود کو کسی قدر حچھا لیتی ہے۔ اور
یہ مرتبہ کو دوسرا تعین، دوسری تھی اور مرتبہ الوہیت کہتے ہیں۔ شش کینوں
وہ تام، سارے ذات و صفات و افعال کو جامع ہے۔ اختم

رہیں کے پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھا؟ آپ نے فرمایا۔ کان فی عَمَادِ
نَا فوْقَهُ اَهْوَاءً وَلَا مَحْتَدَهُ هَوَاءً - وہ عَمَاد میں تھا۔ نہ اس کے
اوپر ہوا تھی اور نہ پیچے۔ ہوا سے مرادِ عالم امکان ہے۔ لیکنِ ممکنات
میں سے کسی شے کا ظہور نہ ہوا تھا۔ نہ عَمَاد کے اوپر کوئی مخلوق تھی اور
پیچے۔ رب تعالیٰ عَمَاد کے منظاہر میں تھا۔ ہوا سے حملہ کی تعبیر میں
مشعر ہے۔ کیونکہ از روئے لغتِ رقیق بادل کو عَمَاد کہتے ہیں۔ اور
یہاں وہ مظہرِ مراد ہے جس کا بیان ہوا۔ امام احمد نے اس حدیث کے
بیان میں کہا ہے۔ کان اللہُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْءٌ مَظہر عَمَاد میں
اللہُ ہی تھا۔ اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی۔ شیخ السلام سہروردی
کہتے ہیں امام احمد کی یہ تشریح جامع اسرار ہے۔ خواجہ جنید نے کہا
ہے۔ وَهُوَ الآن كَذَا كَانَ۔ وہ اب بھی پہنچ کی طرح ہے۔ لیکنِ
ذات حق کے سرو اب بھی کچھ نہیں ہے۔

تَدْبِيرُ الْعَيْنِ یہ تدبیر امر تیرہ ہے۔ اور یہ مظہرِ ارداح ہے۔ جو مواد
تَدْبِيرُ الْعَيْن اور عوارضِ اجسام اور الوان و اشکال سے مختبرد
ہے۔ اپنا اور غیر کا صرف اور اک کرتی ہے۔ جستی اشارہ نہیں کر سکتی۔
روح و قسم کی ہے۔ ایک قسم کی روح کا تعلق بدن سے تدبیر
اور تصرف کرنے کا نہیں ہے اور دسری قسم کا تعلق تدبیر اور تصرف
کرنے کا ہے۔ پہلی قسم میں سے ایک جماعتِ ہمیہ نہ کی ہے۔
جماعت حق تعلیٰ جل شانہ کے مشاہدہ میں ہائی اور از خود رفتہ

ہے۔ نہ اس کو اپنی خبر ہے اور نہ کسی دوسرے کی۔ وہ بھر مشاہدہ ذی الجلال میں غرق ہے۔ کتاب و سنت میں اس جماعت کا بیان ملارا علیٰ کے نام سے آیا ہے۔ حضرت آدم کو سجدہ کرنے پر یہ جماعت ملائکہ مہمینہ کی مأموریت تھی۔ کیونکہ تکلیف کے لئے شعور کا ہوا لازم ہے جس کو اپنا ہی شعور نہ ہو وہ مکلف پر سجدہ کیسے ہو گا۔ اس امر کی طرف اشارہ اُس خطاب میں ملتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو کیا ہے وہ فرماتا ہے "مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بَيْدَتِي أَسْتَكْبِرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيِّينَ" "تجھ کو کس چیز نے اس شخص کو سجدہ کرنے سے روکا جس کو میں نے اپنے دلوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے۔ آیا تو نے تکبر کیا۔ یا تو عالیٰ کی جماعت سے ہے یعنی ملائکہ عالیہ میں سے جو کہ مأمور پر سجدہ نہیں ہے۔ (اللہ کے دلوں ہاتھ سے مراد اس کے اوصاف جلالیہ و جمالیہ اور اس کے اسماء فعلیہ و انفعالیہ اور اوصاف قدیمہ و صفات و اسماء کونیہ ہیں) اور حدیث قدسی میں آیا ہے۔ ان ذکر فی صلاء ذکرات فی ملاع خیر منہ۔ بندہ اگر جماعت میں مجھ کو یاد کرتا ہے۔ تو میں اس کو الیٰ جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہوتی ہے۔ اور یہ ملارا علیٰ کی جماعت ہے۔ جس کو ملائکہ مہمینہ کہتے ہیں۔

عما کی مخلوق | اللہ تعالیٰ نے عما میں پہلے ملائکہ مہمینہ کو وجود جو

بخشش اور ان کی صفت آخزمیں ایک الیسا فرشتہ پیدا کیا جسیں میں
ہر شے کا بیان روزِ اول سے لیکر جنت میں جنتیوں اور دوزخ میں
دوزخیوں کے داخل ہونے اور پھر موت کے ذبح کئے جاتے تک
محفوظ ہے۔ اس فرشتہ کو صوفیہ "عقل اول" "عقل کل" کہتے ہیں۔
اور کتاب و سنت میں اس کا نام "قلم اعلیٰ" ہے۔ اس کے نیچے
دوسرے فرشتہ ہے۔ قلم اعلیٰ تفصیل کے ساتھ اس دوسرے فرشتہ
میں علوم کا افاضہ کرتا ہے۔ اس دوسرے فرشتہ کو صوفیہ "نفس
کل" کہتے ہیں اور کتاب و سنت میں اس کا نام "روح محفوظ" ہے
یہ لوح تبدیل اور تغیر سے محفوظ ہے۔ جو بھی ہونے والا اور بیش آنے
والا ہے۔ قلم نے اس لوح میں اس کا اثبات کروایا ہے عقل کل اور
نفس کل یعنی قلم اعلیٰ اور لوح محفوظ کے علاوہ کچھ اور فرشتے بھی ہیں۔
اور یہ فرشتے جماعت اقلام اور جماعت الواح میں سے ہیں۔ جماعت
اقلام کو کائنات کا کچھ علم دیا گیا ہے۔ مثلاً کائنات کے ایک سال
کا علم۔ ان کے نیچے جماعت الواح ہے۔ اقلام کی جماعت اس علم کو
جو ان کو عطا ہوا ہے۔ جماعت الواح پر افاضہ کرتی ہے۔ اور وہ علم
ان پر ثابت ہوتا ہے۔ کبھی الیسا بھی ہوتا ہے کہ ان الواح میں کوئی
حکم ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اس کی مدت کا بیان نہیں ہوتا۔ اور اس
کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حکم ابھی باقی رہنے والے احکام
میں سے ہے۔ حالانکہ اس کی مدت تمام ہو چکی ہوتی ہے۔ لہذا

وہ حکم مخصوص ریاست ہے اور اس کی جگہ دوسرا حکم نکھل دیا جاتا ہے۔
یہ قسم کے محو و اشیاء سے نفس ہی محفوظ ہے۔ اگر کوئی حفظ نہ ہو
ہو، ہے تو اس کی درت کا بیان بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ جو کتاب مخصوص ہے مالیت، ویثبات و خبر دا مردیت ب۔
درست کے لیے اگر پہ بے۔ وہ درست اس میں تحریر ہوئی ہے۔
نہ جس طرزِ احوال ہے۔ مدت از زمانے پر احوال ہے اسے مٹ
دیتے ہے۔ اور جس طرزِ درج ہے۔ ثبت کرنے لے گئے۔ اور اعم الکتاب
اس سے پاک ہے جو کہ نفس کی ہے۔ اور لوگ محفوظ ہوتا ہے۔
نفس کاں میں محو و اشیاء کے لئے کوئی کنجماش نہیں ہے۔ البتہ
زندہ کے اواں میں محو و اشیاء ہوتا ہے۔

جو ہر عالم میں ملائکہ مہمینہ اور عقل کا اور نفس کی کیجیے۔
فرشتے پنے پنے مرتب پر صاف پر صاف لختی ہیں۔ وہ سب اپنے
پنی شرکات بجا لانے اور اوارہ ایسیہ کوں افسر رنے کے لئے ہمہ نے
پیار رہتے ہیں۔ فرشتہ اس بات کی ایسیہ کوں افسر رنے کے لئے فرماتا ہے۔
درعا منہ لال عقد۔ مددود ہم۔ ہم میں سے ہر ایک کا ایک معلم
مقام ہے۔ اپنے مقام سے کوئی تجاویز نہیں کر سکتا۔
عقل کا اور اس کے بعد اپنے صاف میں مقربین کی جماعت
ہے۔ جیسے جہاں میکا ہے۔ یہ فرشتے ہر وقت اوارہ کے منتظر ہے
ہیں۔ جہاں ان کو حکم ہلا اور وہ فرمائے اس کو بجا لائے۔ فرمانبردار

اُن کی سرشنست اور خمیر میں داخل ہے۔ وہ نافرمانی کر سی نہیں سکتے۔ ان کے بعد منظہر عما میں طبیعی فرشتے ہیں جو کہ اجسام علوی اور اجسام سفلی کے متعلق ہیں۔ یعنی آسمانوں اور زمین کی خدمت ان کے سپرد ہے۔ ان فرشتوں کو مدد پر کہتے ہیں۔ ان میں سے بعض کے سپرد انسان کے انہار۔ تولید۔ تغذیہ اور دوسరے امور ہیں۔ اور بعض کے ذمہ اعمال کا لکھنا ہے۔ یہ جماعت اقلام دالواح کی جماعت میں سے ہے۔ ازروے شخص یہ جماعت کرام ہے، ان الواح میں محو و اثبات ہوا کرتا ہے۔ یہ فرشتے بندوں کی نافرمانیاں لکھا کرتے ہیں۔ اور اللہ کی رحمت ان کو محو کرنی رہتی ہے۔ اس جماعت میں بعض فرشتے ایسے بھی ہیں۔ جو بندہ کو امر خیر کی ترغیب دیتے ہیں۔

یہ سب فرشتے جن کا بیان گزارا ہے۔ اللہ کی تسبیح اسما رنزہ پڑھیں
سے کرتے ہیں، ان کو اسما رتشیہ کا علم تک نہیں ہے۔ ہر ایک فرشتہ کی تسبیح اُس اسم سے ہے جس کا وہ منظہر ہے۔ اور ملائکہ طبیعیہ کا وجود اگرچہ عالم شہادت یعنی پانچوں مرتبہ کے بعد ہے لیکن ان کی رطافت اور ان کا قرب عالم جبروت سے جو کہ زیادہ تر دوسرا مرتبہ میں سے ہے۔ ان کو تیسرا مرتبہ میں داخل کر دیتا ہے۔ اور ان کا شمار مرتبہ سوم میں ہوتا ہے۔ اور اب ان سے تعلق رکھنے والی ارواح نفوس فلکیہ ہیں۔ چاہے وہ نفوس

جیوانی ہوں، چاہے شیطانی، چاہے جنّی - شیطانی نفوس اللہ تعالیٰ کے اسمِ الْمُضَلُّ کے مظہر ہیں۔ وہ اسی اسم سے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ انہوں نے گمراہ کرنے پر کمر باندھ رکھی ہے۔ کیونکہ ان کی نشأت کا تھا صادقی بھی ہے۔

أَرْوَاحُ كَا بِيَانٍ | بدن سے تعلق رکھنے والی ارواح میں سے انسانی رُوح بھی ہے۔ اور یہ رُوح اللہ کے عطا لف میں سے ایک اُن طیف ہے۔ اس میں تمام اشیاء کا علم مکنون ہے۔ بلکہ بالفعل مذہب ہے۔ اور وہ پوری طرح دوسرے تعین کی منظہر ہے اور عقلِ کل کے مشابہ ہے بلکہ عقلِ کل سے افضل ہے۔ کیونکہ عقلِ کل میں اُن اشیاء کا علم سے جو قیامت کے دن کے اختتام تک پیش آئے نہ والی ہیں۔ اور انسانی رُوح میں تمام اشیاء کا علم اپدال آباد تک مکنون ہے۔ رُوح اگرچہ امر واحد ہے لیکن وہ تعینات کثیرہ میں تعین ہوتی ہے۔ یہ تعینات جیوانی ارواح ہیں۔ ہر انسان کے بدن میں ایک جیوانی رُوح جاری اور ساری ہے جیوانی رُوح کا جسم طیف ہے۔ اس کے جسم کا ہر حصہ انسان کے جسم کے حصے کے برابر ہوتا ہے سا اور اس کا معلوم کرنا مجہول ہو کر رہ گیا ہے۔ شیخ محب اللہ الہ آبادی فرماتے ہیں:- ارواحنا اجسادنا و اجسام ارواحنا۔ ہماری روح ہمارا جسم ہے۔ اور ہمارا جسم ہماری رُوح۔ اسی جیوانی رُوح کو تکلیف اور راحت کا احساس ہوتا ہے انسانی

رُوح کا اس حیوانی رُوح میں تعین ہوا ہے۔ اس تعین سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو انسانی رُوح اپنے مرتبہ و حدت میں تکلیف اور راحت کی لذت سے پاک ہے۔ اس کا بیان شیخ اکبر نے صراحت سے کیا ہے۔ رُوح حیوانی کو جو کہ متعین ہے۔ رُوح انسانی سے مرکب قرار دیا ہے ساگر چنانی رُوح تعین سے مجرد ہے۔ اور وہ مطلق ہے۔ لیکن اس کا ظہور حیوانی رُوح میں ہوا ہے۔ منوی کے اس شعر کا مطلب

بھی یہی ہے ۵

تفرقہ در رُوح حیوانی بود نفس واحد رُوح انسانی بود
انیاز اور تفرقہ حیوانی رُوح میں ہوتا ہے کیونکہ وہ متعین ہے۔
اور انسانی رُوح بقطع نظر ان تعلقات کثیرہ کے اپنے مرتبہ ذات میں نفس واحد ہے۔ اس میں کثرت کے لئے گنجائش نہیں۔ حیوانی رُوح جس کا بیان گزرا ایک لطیفہ اور ایدی جو ہر ہے۔ انسان کے مرلنے پر وہ نہیں مرتی اور نہ وہ معدوم ہوتی ہے۔ موت عدم کو نہیں کہتے ہیں۔ بلکہ اجزا کا بھر جانا موت ہے۔ بدن سے جب رُوح کی جدائی واقع ہوتی ہے، وہ مثال منفصل میں کسی صورت سے مستصور ہو جاتی ہے۔ مثال منفصل کا بیان چوتھے تعین میں آ رہا ہے۔ قبر میں سوال اسی حیوانی رُوح سے ہوتا ہے۔ سوال کرنے والے دو فرشتے منکرا در نکیر ہیں۔ شریعت میں تفصیل سے اس کا بیان آیا ہے۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ حیوانی رُوح بخاری جسم ہے جو کہ مرلنے پر

معصوم ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ حادثِ حسمی الگ شئے ہے، اور ہماری بحث جیوانی روح میں ہے جیوانی روح میں تفاصل ہوا کرتا ہے۔ جو افراد کامل ہوتے ہیں وہ اس روح کو خواہشاتِ نفسانیہ سے بچا کر انسانی روح کے مشاہدہ میں فانی کرتے ہیں۔ انسانی روح کی حقیقت ایک امرِ الہی ہے اور وہ لطائفِ الہیہ میں سے ایک لطیفہ ہے۔ کامل افراد انسانی روح کی حقیقت اور اس کی کلیت اور اطلاق سے واقف ہوتے ہیں۔ شیخ صدر الدین قونوی قدس سرہ سے منقول ہے۔ کہ ارواح، کلیتِ اولیتہ ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے۔ کہ اولیار اللہ ارداح کی کلیت سے واقف ہیں۔ البته اس لطیفہ الہیہ کی معرفت میں وہ متفاوت ہیں۔ اپنے اپنے مرتب کے لحیٰ نڈے سے ہر ایک کی معرفت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ روح اپنی ذات پرے امر واحد پرے اور وہ کامل ہے لیکن اس کے تعینات زیادہ ہیں اور ہر تعین کا کچھ خاصہ اور لازمہ ہوتا ہے، بود و سرے میں نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا خاصہ اور لازمہ کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ بعض تعینات کی وجہ سے روح اعلیٰ علیین پر چلتی ہے۔ اور وہ تعین معرفتِ الہیہ میں ممتاز ہوتا ہے۔ کوئی اعلیٰ درجہ کمال پر فائز ہوتا ہے اور کوئی اس سے کم، اور کوئی اس سے بھی کم۔ یہ کمال اور نقصانِ روح انسانی میں ہوا کرتا ہے۔ راحت اور تکلیف کا احساس بھی اسی کو ہوا کرتا ہے۔ اور یہ سب بشرطِ تعین در تعینات۔

روح محمدی سردار دُو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ
علیٰ صاحبِ حصلہ مقام ارواح میں اعظم اور اعلیٰ ہے۔ وہ ہر موطن اور
الصلوٰۃ والتحیۃ میں انبیا اور ایسا وکا ملین و ناقصین کی تمام
میں انبیا اور ایسا وکا ملین و ناقصین کی تمام

روحیں روح محمدی کی نبوت پر ایمان لا سیں ہیں۔ اور سب نے اقرار
کیا ہے۔ کہ وہ عالم اجسام میں آنے پر آپ کی پیروی کریں گی۔ آپ
اپنی روح مبارکہ کو نبوت ملنے کا بیان اس طرح فرماتے ہیں۔ کہ نت
نبیاً وَ آدُم بَيْنَ الرُّوحِ وَ الْجَسَدِ۔ ابھی آدم کے ہر سکل جسمانی میں
روح بھی نہیں پڑی تھی کہ میری روح کو نبوت مل چکی تھی۔ اور آپ
فرماتے ہیں۔ لوگان موسیٰ بن عمران حیا لِمَا وَسَعَهُ إِلَّا تَبَاعِی
اگر موسیٰ بن عمران حیات ہوتے تو بجز میری پیروی کے ان کے لئے
کوئی چارہ کا رہ تھا۔ اور وہ میرا ہی اتباع کرتے۔ کیونکہ عالم ارواح
میں ان کی روح میری روح کی اتباع کر جی ہے۔ انبیا علیہم السلام
کی جماعت عصیان سے محفوظ اور مخصوص ہے۔ اس لئے حضرت موسیٰ
اگر آپ کو پالیتے تو یقیناً آپ کا اتباع کرتے۔ قیامت کے دن تمام انبیاء
آپ کے لوار کے زیر سایہ ہوں گے۔

چوتھا تعلیم اچوتھا مرتبہ عالم مثال کا ہے۔ یہ عالم ارواح اور عالم
شہادت کے مابین ہے۔ اپنی لطافت کی وجہ سے
عالم ارواح کے اور امتداد جسم کی وجہ سے عالم شہادت کے مشاپہ ہے

لہذا یہ عالم ہر دو عالم کے درمیان بزرگ ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم ود ہے۔ کہ اس کے ادراک کے لئے قوتِ متخیل کو فریب کرنے کا شرط ہے۔ اور دوسری قسم کے لئے قوتِ مدد کا کام کرنے کا شرط ہے۔ اور اس کو مثال منفصل کہتے ہیں۔

مثال منفصل | مثال منفصل ایک رعیف عالم ہے اور بِالتعیل اور
بِالنَّفْسِ | غیراع کے موجود ہے۔ اس عالم میں روحِ متحجم ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دھیہ کلبی کی شکل میں جبریل کا آنا ہی عالم میں ہوا کرتا تھا۔ حضرات انبیا اور خضر علیہم السلام اور اولیاء کا ٹھوڑا سی عالم میں ہوا کرتا ہے۔ جس پر چاہتے ہیں۔ جسد مثالي سے ظاہر ہوئے ہیں۔ ساریہ بن زبیم پر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی عالم میں ظاہر ہوئے تھے۔ اس داقعہ کی تفصیل اس طرح پڑھئے۔

حضرت عمر بن الخطاب کا واقعہ | حضرت عمر بن الخطاب کے واسطے ایک حضرت عمر بن الخطاب کا واقعہ | فوجی دستہ ساریہ بن زبیم کی سپردی میں ارسال کیا۔ پہ دستہ دشمنوں سے لڑائی میں مصروف ہوا۔ دشمنوں نے پہلے سے ایک تدبیر مجاہدوں کو نقصان پہنچانے کی سوچ رکھی تھی۔ انہوں نے میدانِ جنگ کے قریب ایک پہاڑی میں مورچے بنانے کا فوج کا ایک دستہ جھپیا دیا تھا۔ اور تدبیریہ تھی کہ لڑائی شروع ہونے کے بعد وہ پہاڑی کی طرف پہنچائی اختیار کریں گے اور جب

مسلمان ان کا سمجھا کرے ہوئے پہاڑی تک بیٹھ جائیں گے تو تمیں گاہ سے تازہ دستہ نکل کر سمجھے پسے اُن پر حملہ کر دے گا۔ چنانچہ دشمنوں نے یہی کیا۔ ڈرامی شروع ہوئی اور انھوں نے پہاڑی کی طرف پیپانی شروع کی۔ جماہدین کا دستہ اُن کے سمجھے بڑھا۔ یہ جمعہ کادن تھا اور حضرت محمد مدنیہ طیبہ میں منبر نبوی پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ آپ پر اسی دوران میں حقیقتِ امر واضح ہوئی اور آپ نے دوران خطبہ میں بلند آواز سے فرمایا۔ یا ساری یتربن ز نیم الجبل الجبل۔ اے ساری یہ بن ز نیم پہاڑ سے بچو۔ پہاڑ سے بچو۔ اے ساری یہ نے میدانِ جنگ میں نہ صرف آپ کی آواز سنی، بلکہ آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ حالانکہ آپ کا عنصری جسم مدنیہ منورہ میں منبر پر تھا۔ آپ کا مشالی جسم ساری پر ظاہر ہوا تھا۔

قبر کی راحت اور عذاب | مرنے والے پر عذر ایں کا نہ ہو؛
اور بدن سے مفارقت کے بعد روح کا مستحسَّن ہونا، منکر نکیر کا سوال کرنا۔ اور قبر میں راحت اور عذاب۔ اَعَاذُنَا اللَّهُ هُنَّهُ - کا ہوتا اسی عالم میں ہے۔

۱۰۷ مکتوباتِ حضرت محمد کا فقر سوم مکتب ۳۲ دیکھو۔ ٹاپر الدین نے حضرت محمد سے عالم ارواح، عالم اجسام اور عالم مثال کے متعلق دریافت کیا ہے اور عذابِ قبر کے متعلق استفسار کیا ہے کہ کیا وہ عالم مثال میں

اللَّهُ تَعَالَى فِرَاتَاهُ بَسْتَهُ حَتَّى إِذَا لَجَاءَ أَحَدَ هُمُ الْمُوْتُ قَالَ
سَرَّبَ أَرْجُعُونَ لَعَلَى أَعْمَلَ صَالِحًا فِيمَا تَرَكَتُ كَلَّا إِنَّهُ
كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَيْهِمْ يَوْمٌ يَعْشُونَ

ربیقیہ حاشیہ (صفحہ گز شستہ) سے ہے اور کیا وہ خواب کے آلام و راحت کی طرح ہے۔ آپ نے ان کو تحریر برداشتا ہے:- اے برادی! عالم مکنات کو تین قسم قرار دیا گیا ہے۔ عالم ارواح۔ عالم مثال اور عالم اجساد۔ عالم مثال کو عالم ارواح اور عالم اجساد کا برزخ قرار دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ ان دونوں عالم کے لئے بینزلہ آئینہ کے ہے۔ دونوں کے حقائق اور معافی کا اظہار بے صور طیفہ اس میں ہوتا ہے۔ ہر حقیقت اور معنی اپنی مناسبت سے کسی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ عالم مثال اپنی ذات سے صور و سیارات و اشکال پر مشتمل نہیں ہے۔ اس میں جو صورت ظاہر ہو گی وہ خارج سے آئے گی۔ اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے بعد کہتا ہوں۔ روح کا تعلق بدن سے ہوا اور وہ اس تعلق سے پہلے اپنے عالم میں تھی۔ یعنی عالم ارواح میں۔ جو کہ عالم مثال سے بالاتر ہے۔ بدن سے تعلق پانے کے بعد یہ علاقہ یعنی عالم اجساد میں رہی۔ عالم مثال سے اس کا تعلق نہ بدن کے تعلق سے پہلے تھا اور تھا اس سے تعلق کے بعد یہ سرفی یہ صورت ہے کہ اچھا نہیں اپنے احوال کو مطابعہ کرنے کے واسطے عالم مثال میں آتی ہے۔ وہ اپنے احوال کے حسن و قبح کو دیکھتی ہے۔ جیسا کہ واقعات

کافروں میں سے جب کسی ایک کی موت آ جاتی ہے اور وہ اپنا حکما نہ دوزخ کا دیکھ رہتا ہے سا اور اگر وہ ایمان لانے والوں میں سے ہوتا

دیقیرہ حاشیہ ۱۵ صفحہ گذشتہ) اور خوابوں میں ظاہر ہوا کرتا ہے۔ بسا اوقات اس طرح پر بھی ہوا کرتا ہے کہ وہ اپنے حس سے غائب نہیں ہوتی بلکہ معافی کا احساس کرتی ہے۔ اور روح جب بدن سے الگ ہوتی ہے۔ تو اگر وہ ارواح علویہ سے ہے، عالم با لا کو جاتی ہے۔ اور اگر سفلیہ سے ہے تو گرفتار اسفل ہوتی ہے۔ عالم مثال سے اس کا تعلق نہیں ہوتا۔ عالم مثال دیکھنے کا عالم ہے، رہنمے کا عالم نہیں ہے۔ رہنمے کی جگہ عالم ارواح ہے یا عالم اجساد۔ عالم مثال ان دلنوں عوالم کے لئے بمنزلہ آئینہ ہے۔ اس کے سچا اور کچھ نہیں۔

عالم مثال کی جوں کلیف خواب میں دکھائی جاتی ہے۔ وہ اصل عقوبت کی مثال ہے۔ اور تنبیہ کے واسطے خواب میں دکھائی جاتی ہے۔ قبر کا عذاب اس طرح کا نہیں ہے۔ وہ عقوبت اور سزا کی شیع یا مثال نہیں بلکہ فی الواقع عذاب ہے۔ اور خواب میں جس تکلیف کا احساس ہوتا ہے اگر بالفرض اس کی کوئی حقیقت ہو بھی تو وہ از قسم عذاب دنیوی ہے۔ اور قبر کا عذاب اخرویہ عذاب میں سے ہے۔ دلنوں میں پڑا فرق ہے ایک اور آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ قبر کے عذاب کو خواب کے عذاب کی طرح سمجھنا، صورت عذاب اور حقیقت عذاب سے ناواقفیت کی بنیاد پر ہے۔

تو وہ اپنا ٹھکانہ جنت کا دیکھتا۔ تو وہ اس وقت کہتا ہے ۔ اے
میرے پروار دگار! مجھ کو دنیوی زندگی کی طرف لوٹا دے۔ شاید میں اچھے
عمل کروں۔ جن کو میں لے بھالی زندگی میں چھوڑ رکھا ہے۔ بھلا یہ کافر
دنیوی زندگی کی طرف اب کس طرح لوٹ سکتے ہیں۔ یہ بے کار سی بات
ہے۔ جو قبول نہیں کی جاسکتی۔ اس وقت اگرچہ کافر یہ بات کہہ رہے
ہیں لیکن وہ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کہہ
رہا ہے۔ وَلَوْرُدَ وَالْعَادَ وَالْمَالِمَا نَحْمُوا۔ اگر ان کو دنیوی زندگی
کی طرف لوٹا دیا جائے تو وہ ان ہی کاموں کی طرف لوٹ جائیں گے۔
جن سے وہ روکے لگئے ہیں۔ کیونکہ ان کی نشأت ہی نافرمانی پر ہوئی
ہے۔ ان کے داسطھے قیامت تک کے لئے ایک بزرخ ہے۔ اسی
بزرخ میں ان پر عذاب ہوتا رہے گا۔ اور یہ بزرخ عالم مشاہد
منفصل ہے۔

(لبقیہ حاشیہ ۱۵ صفحہ گذشتہ) اور اس اشتباہ کی وجہ وہ توہم ہے جو
عذاب اخروی کے متعلق ہو گیا ہے کہ اخروی عذاب دنیوی عذاب کی طرح
ہے۔ اور یہ خیال بالکل غلط ہے۔ انہیں
لئے بزرخ اس حاجز کو کہتے ہیں جو داشیار کے مابین داقع ہو۔ اور
ایک کو دوسرے سے نہ ملنے دے۔ اس آیت شریفہ میں بزرخ کا ذکر آیا
ہے۔ مابین مہاس نے اس کا بیان حجابت سے اور ضمیم، مجاہد، اور این زید

حَشْرِ أَجْسَادٍ | قیامت کے دن اسی عنصری جسم کا حشر ہو گا لیکن یہ عنصری جسم مثالی جم کی طرح بہت لطیف ہو گا ۔

اہل جنت اپنے اچھے اعمال کی اچھی صورتوں کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور اہل نار اپنے بُرے اعمال کی بُری صورتوں کو دیکھ کر متعدب ہوں گے۔ اعمال کی صورتوں سے متنعِم اور متعدب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس عالمِ اجسام میں اگرچہ اعمال اعراض ہیں۔ اور اپنی ذات سے قائم نہیں ہیں۔ لیکن عالم مثال منفصل میں ہر عمل کی حقیقت جو سر بن کر سامنے آتی ہے۔ اچھا عمل حور و قصور وغیرہ کی شکل میں اور بُرا عمل عذاب کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر زنا کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ کہ اگرچہ اپنی جہالت اور اپنے خواہشات نفیانیہ

دیقیہ حاشیہ (۱۰ صفحہ گذشتہ) نے موت اور حشر کے فصل سے بیان کیا ہے۔ ابن کعب نے کہا ہے کہ کافر اہل دنیا میں سے ہے کہ وہ دنیا والوں کے ساتھ لکھائے پئے اور نہ اہل آخرت میں سے ہے کہ اپنے اعمال کی جزا پائے۔ ابو صخر نے کہا ہے کہ برزخ قبر ہے۔ شیخ الاسلام انصاری ہرودی نے کہا ہے کہ قبر کی مدت برزخ ہے۔ علامہ بحر العلوم نے اس کا بیان عالم مثال منفصل سے کیا ہے۔ حضرت محمد کا بیان حاشیہ (۱۵) میں گزر چکا ہے اور حاشیہ (۱۶) میں آرہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ دنیا اور آخرت کے مابین قبر برزخ ہے۔ ۱۴

کی وجہ سے اس دنیا میں اس فعل شیع میں لذت کا احساس کیا جاتا ہے۔ لیکن مثال منفصل میں اس کی حقیقت جھلسا دینے والی آل ہے۔ آخرت کی زندگی حقائق پر مبنی ہے۔ وہاں اعمال کی حقیقت سامنے آتی ہیں اور وہ راحت یا تکلیف کا سبب بنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو خطاب کر رہا ہے۔ هُنْ تَجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ تم کو وہی جزا مل رہی ہے۔ جو تم نے کر لکھی ہے۔ یہ آیت نص ہے کہ انسان کی جزا اس کا عمل ہی ہے۔

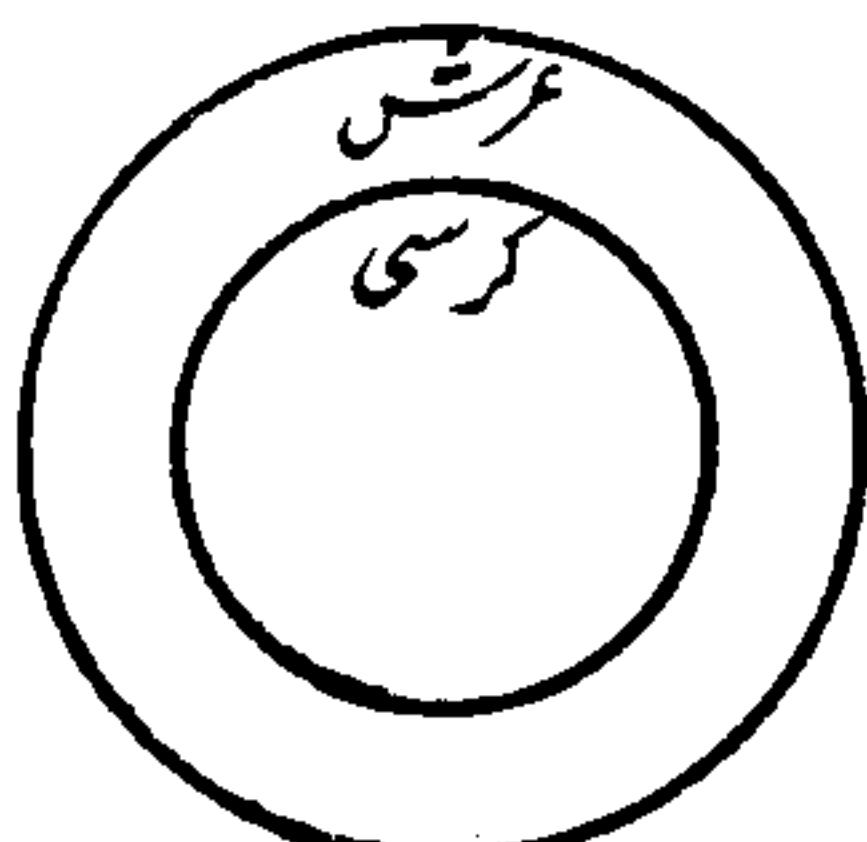
الہ حضرت محمد قدس سرہ نے دفتر اور کمپو ب ۲۶۶ میں لکھا ہے "اقبر کا عذاب" کافروں کے لئے اور اہمان والوں میں سے بعض گنہ کاروں کے لئے ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔ اور تبریز موصول اور کافروں سے منکر بنگیر کے سوال اتنا بھی ہوتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے درمیان تباہ بزرگ ہے۔ لہذا اس کا عذاب بھی ایک طرح سے دنیوی عذاب سے مناسبت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ انقطع کو قبول کرتا ہے۔ یعنی ختم ہو سکتا ہے اور دوسرا طرح سے اخزوی عذاب سے مناسبت رکھتا ہے۔ کیونکہ درحقیقت وہ اخزوی عذاب میں سے ہے۔ آیت مبارکہ النازار یعنی حضو عَلَيْهَا غُلَّدُ وَأَوْعَشَهُ - قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یعنی ان لوگوں پر نیچ و شام آگ پیش کی جاتی ہے۔ یعنی رکھنا لی جاتی ہے۔ اور یہی کیفیت راحت قبر کی ہے کہ وہ بھی دودھ جو رکھتی ہے۔ ۱۷

علم مثال کی پہلی قسم اعلم مثال کی وہ قسم جس کے اور اک
کے لئے قوتِ متخیلہ کو کام میں لانا شرط
ہے۔ اس وقت ظاہر ہوئی ہے۔ جب قوتِ متخیلہ سے کام لیا جاتا ہے
جو صورتیں خواب میں نظر آتی ہیں وہ اسی قسم میں سے ہیں۔ خواب میں
نظر آنے والی صورتیں بھی حقائق کے مطابق ہوا کرتی ہیں اور بھی
نہیں۔ مطابق ہونے کی صورت میں تاویل کی ضرورت نہیں ہوئی ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و
اصحابہ وسلم کی نبوت کی ابتداء صحیح خواب سے ہوئی۔ جو کچھ آپ ملاحظہ
فرماتے تھے۔ سیدۃ الصحیح کی طرح واضح ہو کر آپ کے سامنے آتی تھی۔
یہ کیفیت وحی کے نازل ہونے اور فرشتہ کی آمد سے پیشہ تھی۔
اور غیر مطابق ہونے کی صورت میں تاویل کی ضرورت ہوئی ہے۔
ایسے ہی خوابوں میں سے وہ خواب ہے جس کی روایت بخاری نے
کی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا۔ خواب
میں میرے پاس ایک برتن میں دودھ لایا گیا۔ میں نے خوب سیر
ہو کر پا۔ اور کچھ بچا۔ تو وہ میں نے عمر کو دیدیا۔ دریافت کرنے پر
آپ نے فرمایا کہ اس کی تعبیر علم ہے۔ اور وہ خواب ہے جو بخاری میں
ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے سامنے لوگ پیش کئے گئے۔ کسی
کی قصیص بہت چھوٹی سینہ تک تھی اور کسی کی نیز تک، کسی کی
پنڈلی تک، اور عمر رضا کو میں نے دیکھا کہ ان کی قصیص زمین پر

گھست رہی تھی۔ اور آپ نے اس کی تبعیہ ایمان بتائی ایسے
تی خواں میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب ہے کہ آپ
اپنے فرزند کو ذبح کر رہے ہیں اور اس کی تبعیہ بھیر تھی۔ اول
پڑھا ہر بواہے کہ وہ فرزند حضرت اسحاق ہیں علیہ السلام۔

بَلْ بَجُواْ لِتَعْبِينَ | يَهْ پَا نَجْوَا مِرْتَبَهْ ہے اس کو عالم شہادت اور
کے بعد جو سرخما میں ہبہ اور طبیعت کی تخلیق ہوئی۔ ہبہ ارجام کا
راون ہے۔ اور اللہ کے نکم سے طبیعت موافق اس کیفیت کے جو
انفس کو میر عقل کا لئے افاضہ سے ثابت ہے۔ بلا کسی شعور کے اندر
نہ ہے۔ ابتداء میں ہبہ ارنے جو سری امداد اور قبول کر کے کروی شکل
میں نہ ہو، کیا۔ یہ کڑہ تمام عالم ارجام پر محیط ہے اور یہی عرش عظیم ہے۔
کہاں میں چار فرشتے وجود میں آئے جو کہ اس عرش کو اٹھائے ہوئے
ہیں۔ قیامت کے دین آٹھ فرشتے اس عرش کو اٹھائیں گے۔ یہ
عرش رحمان کا مستوی ہے۔ رحمان اس پڑھا ہر بواہے سے اللہ
کیا ارشاد ہے۔ الْرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى۔ لہذا
اس کی حمدت نے تمام عالم کو گھیر لیا ہے۔ مخلوقات میں سے کوئی
خنوق ایسی نہیں کہ اس پر حمدت کا شمول نہ ہوا ہو۔ حتیٰ کہ اس
کے غضب میں بھی رحمت موجود ہے جس پر غضب نازل ہوتا ہے
وہ غضب اس کی بیماری اور خرابی کے واسطے رحمت ہے۔ بیماری

اور خرابی بھی ایک حقیقت ہے۔ اور وہ حقیقت اُس وقت ظاہر ہوئی ہے جب رحمت اس سے متعلق ہوئی اور جس غضب کا نزول ہوا ہے اس کے واسطے بھی غضب میں رحمت مشترک ہے۔ نافرمان کو آگ کی تکلیف دی جاتی ہے تاکہ اس پر سے گناہ کا زنگ زائل ہو جائے اور وہ نکھڑائے جس طرح پر کچھ سونے کو آگ میں دالا جاتا ہے تاکہ وہ میل سے صاف ہوا اور اپنے اصلی زنگ پر آجائے۔ اسی طرح پھنسنے اور فصل کھلواتے ہیں اگرچہ مشترک کے پھوسکے پر داشت کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن صحت بخش ہونے کی وجہ سے وہ عین راحت ہے۔ یہی کیفیت شرعی حدود کی ہے۔ اُن کے جاری کرنے میں اگرچہ بہ ظاہر بھم کو تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن وہ گناہ کے اثر کو زائل کرتی ہے۔ اور وہ یہ باطن عین رحمت ہے۔



عرش اور كرسى | عرش عظيم کے جوف میں ایک دوسری کرڑی جسم اس شکل کا ہے۔ اور یہ کرسی ہے اس سے رحمان نے دوں قدم ٹکٹکے ہوئے ہیں اور

ملہ شیخ عبد الرحیم بن ابراہیم جیلی قدس سرہ نے اصطلاحات صوفیہ میں کتاب "الاتسان الرکاص فی معرفة الاٰدراخ والادائل" میں اس کا ذکر کیا ہے۔

ہر اد دلوں قدم سے انوارِ رحمت خالصہ اور غضب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی رحمت کا تعلق اس کے بندوں سے اس کریم سے ہوتا ہے۔ اس کریم میں فرشتے ہیں۔ ان کی خدمت، رحمت اور غضب کا بندوں تک پہنچانا ہے۔

(لبقیہ حاشیہ شیخ عفیٰ گذشتہ) ایک نفیس کتاب لکھی ہے۔ اس میں "قرآن" اور "نعلان" سماں بیان آیا ہے مختصر طور پر انعاماً للفائروں لکھا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت شش محرم کو ہوئی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں :-
او صاف ذاتِ ذاتیہ اور ان کے نقائض کو قدر میں کہتے ہیں۔ او صاف ذاتیہ وہ
او صاف ہی۔ جن کا تعلق حضرت ذات سے ہوتا ہے۔ جیسے وجود۔ قدم۔
بقار۔ ان کے نقائض عدم وجود۔ بھی عدم۔ اور عدم قدم یعنی حادث۔
اور عدم بقا یعنی زوال ہیں۔ یعنی کہ قدم از جملہ ذات ہے اس لئے ان ادھار
اور ان کے نقائض کو قدر میں کہا جاتا ہے۔
او او صاف فوایہ اور ان کے نقائض کو فوایہ کہتے ہیں۔ او صاف
فعالیہ وہ او صاف ہیں جن کا اثر نسلوق سے نطاہر ہوتا ہے۔ جیسے رحمت۔
رضاء۔ عقاب۔ ان کے نقائض عدم رحمت یعنی رحمت ماءور عدم رضا
یعنی سخط۔ اور عدم عشاہہ یعنی معافات۔ ہیں۔ چوں کہ فعل کا مقام
قدم کے پیچے ہے۔ اور صفاتِ فاعلیہ۔ صفاتِ ذاتیہ کے تحت ہیں۔ لہجے
لئے ان او صاف اور ان او صاف کے نقائض کو فوایہ کہا جاتا ہے۔

اس کرسی کے جو فن میں ایک اور کردی جسم ہے جو کہ "فلکِ اطلس" کہلاتا ہے اس کو عرشِ تغیرت بھی کہتے ہیں۔ یعنی تغیر و بینہ والا عرش۔ عالم میں جو تغیر و نہاد ہوتا ہے وہ اس سے ہوتا ہے جس مبارکِ احمد الہی کا یہ عرشِ مظہر ہے۔ اُسی احمد مبارک کے مظہرِ فرشتے اس میں ہیں۔ عالم میں تغیرات کی خدمت ان فرشتوں کے سپر رہتے۔ فلکِ اطلس کے جو فن میں "فلکِ ثوابت" ہے۔ اور اس میں ایک دوسری کرسی ہے۔ اور اس کرسی میں اس کے مناسب فرشتے ہیں یہ سارا پیان اُس کشف کے مطابق ہے۔ جو شیخِ اکبر قدس سرہ پر ہوا ہے۔ اور مشہود ہیں فلکِ اطلس ہی عرشِ عظیم ہے۔ اور فلکِ ثوابت۔ فلکِ اطلس سے طاہرا نہیں ہے۔ بلکہ ان دلوں کے ماہین خلا ہے۔ اس خلائیں جنت بنائی گئی ہے۔ جنت کی آبادی ہوئی کوہاں نما چھتِ فلکِ اطلس کی زمین اور جنت کی کہانی لی ہوئی زمین، فلکِ ثوابت کی کوہاں نما بھر کیا ہوئی چھتِ جنت ہے۔ اس کے بعد پانی زمین، اور یہاں کی تخلیق ہوئی۔ اور یہاں یہاں کل وجود میں آئی۔ پھر یاں اور زمین سے بخارات اٹھے اور وہ بلند ہو کر سات آسمانوں کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ پھر آسمان پر فرشتے ہیں جو خدمتوں پر ما مور ہیں۔ اور زمین کے سچے دوزن کی تخلیق ہوئی ہے۔

چھٹا تعین [یہ چھٹا مرتبہ ہے جوانان کا مرتبہ ہے، وہ تمام

منظہر کا جامع ہے۔ پہلا تعین اپنے تمام کمالات کے ساتھ دوسرے تعین میں ظاہر ہوا۔ اور دوسرا تعین اپنے تمام کمالات کے ساتھ اور تمیزوں عوالم کے ساتھ انسان میں ظاہر ہوا۔ انسان تمیزوں عوالم جامع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے تمام اسماء صفات اور جمیع صفات الکوان اور جملہ منظہر کے ساتھ انسان میں ظاہر ہوا ہے انسان ازل سے اپر تک تمام موجودات کا جامع ہے۔ انسان کو عالم صغیر کہتے ہیں۔ اور کامل انسان اللہ کا خلیفہ اور تمام عوالم کا متصرف ہے۔ اجزائے عالم کو اللہ تعالیٰ کا فیض انسان کامل کے باطن کے ذریعہ سے پہنچتا ہے۔ لہذا وہ مسحود ملائک بنایا۔

السان کامل اپنی پیدائش کے اعتبار سے انسان کامل پنجھے ہے لیکن اپنی حقیقت کے اعتبار سے پہلا اور پہلے تعین کا مشاہر ہے۔ اور آفرینش کا مقصد وہی ہے۔ اللہ سے مراد اُس کے اوصافِ جلالیتہ و جمالیتہ اور اسماء فعلیتہ و انفعالیتہ اور صفاتِ قدیمیہ اور صفات و اسماء کو نہیں ہیں۔ اللہ نے باقی تمام خلوقات کو اپنے ایک ہاتھ سے پیدا کیا ہے۔ اس راز کی خبر ملائکہ طبیعتیہ کو نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے عرض کیا۔ آجِ جعل فیہَا صَنْ یَفْسِدُ فِیْهَا وَ لَیْقَاتُ اللَّهِ مَا عَزَّ وَ لَخَنَ نَسِیْمَ حَمْدًا وَ نُقَدَّسَ لَكَ سَمَاءً پروردگار نوابیے فرد کو اپنا خلیفہ پہاڑا۔

جوز میں پر فاد پھیلائے گا۔ اور خون بہائے گا۔ اور ہم تو تیری تسبیح اور تقدیس کرنے رہتے ہیں۔

ملائکہ کی تسبیح صرف اُس اسکم سے ہوا کرتی ہے جس کے وہ منظہر ہیں۔ ان کو باقی اسماں کی خبر نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے کامل انسان حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماں کی تعلیم دی۔ کیونکہ وہ اس کی ذات کا منظہر ہیں۔ اور اس کی ذات مقدسہ تمام اسماں کی جامع ہے۔

لہذا انسان کامل تمام اسماں کا منظہر ہوا۔ اور وہ تمام اسماں سے اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ اس کی تسبیح فرشتوں کی تسبیح سے اکمل ہوئی۔

فرشتوں کو اس حقیقت کا علم نہ تھا۔ اور انہوں نے اپنی عرضی شیش کروی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے کائنات کو پیش کیا۔

اور فرمایا کہ تم ان کے نام بتاؤ۔ لیکن اُن اسماں کو بتاؤ جن کی تسبیح کائنات کرتی ہے۔ اور کائنات جن کی منظہر ہے۔ چوں کہ فرشتے ملکبڑے پاک ہیں۔ انہوں نے اپنی عاجزی کا انہصار کیا۔ اور کہا۔ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلِمْنَا۔ یعنی کو ان کا علم نہیں ہے۔ یعنی تو صرف وہی جانتے ہیں جس کی تو نے ہم کو تعلیم دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم سے کہا۔ اے آدم کائنات کے اسماں سے فرشتوں کو آگاہ کر۔ چنانچہ آدم نے کائنات کے اسماں کو بیان کیا اور اس طرح آدم کا فضل اور ان کے مسجد و ہونے کا سبب ظاہر ہوا۔ بلیں نے انسان کامل کو سجدہ نہیں کیا۔ اور کہا۔ آنا

فَيُوْمَئِنَ خَاتَمَتِي مِنْ ذَرَسْ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ - مِنْ آدَمَ
بَعْدَ بَشَرٍ هُولٍ - كَيْوَمَكَهْ تُوْنَے مجِحَ كُو آگَ سَے اور اس کو گارے
بَعْدَ پَيْدَا کیا ہے - ابليس یہ نہ سمجھا کہ انسان کامل اللہ کی ذات کا
منظِّر ہے - تمام اسماں اور صفات اور تمام حقائق عالم
کا نشوور اس میں سوا ہے - حتاً قَوْنَ عالم میں
آگَ کی حقيقةتِ صحی شامل ہے - اور اس نے صرف ایک ہی
منظِّر پر تکبر کیا - اور یہ اس کا کوئی چاہیے تھا - لہذا وہ ملعون ازی فار
پایا اور پُر نکر وہ اسمِ المفضل کا مظہر ہے اس نے بجز اضلال
اور لکڑاہ کرنے کے وہ کچھ اور کری نہیں سکتا - وہ اللہ کی تبیح بھی اسم
المفضل اور اس کے ہم معنی اسماء سے کرتا ہے - لہذا اس نے
ادم تعالیٰ سے کہا فیض تک لاَخُوْبِنَهُمْ اجمِحِین - اے
ادم گار تیری عزت کی قسم میں بُنی آدم کے افراد کو لکڑاہ کر دیں گا -
یعنی اس نے نوع انسانی کے لکڑاہ کرنے پر کم باندھ رکھی ہے -
اس نے اضلال اور لکڑاہ کرنے کی خدمت اختیار کر لی ہے تاکہ
اسم المفضل کا نشوور ہو - اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا وَا سَمْفُونَ
مِنْ أَنْ تُطْحَى مِنْهُمْ بِصُوتِكَ وَاجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِجِيلِكَ
وَرَبِّكَ وَشَاهِرْ كُوْهْرِ فِي الْأَمْوَالِ وَالاَوْلَادِ وَعِلْمِهِ
وَمَا يَعْدُ هُمْ الشَّيْطَانُ الْآخِرُ وَذَاهِيَ ابليس ! تو انہی
سے جس کو بھی فریب دے سکتا ہے - اور اپنی آواز پر فریفت

کر سکتا ہے، فریب دے اور فریفہ بننا۔ بلکہ اپنی پوری قوت سے
لشکر لے کر ان کو بھٹکا اور ان کے مال اور اولاد میں ان کا شریک
بن جا، تاکہ وہ مال اور اولاد کی وجہ سے گراہی میں پڑے اور تو
ان کو مکروہ فریب کے وعدے دے تاکہ وہ گمراہ ہوں۔ اور شیطان
ان سے مکروہ فریب ہی کے وعدے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس
ارشاد سے معلوم ہوا کہ اس نے شیطان کو گمراہ کرنے پر مامور کیا
ہے۔ لہذا وہ جس طرح چاہے خلوق کو گمراہ کرے تاکہ اس کے اسم
المضلّ کا اظہار ہو۔ اضلال کی خدمت ابلیس کے پردہ ہے۔ اور
وہ اپنی یہ خدمت بجا لارہا ہے۔

انسان کامل اپنی حقیقت کے اعتبار سے تمام اسماں کا حامل
ہے۔ وہ اسم "المضلّ" میں ابلیس کا شریک ہے۔ معہ ہذا وہ دنیا
اور آخرت میں اسم "الْهَادِي" کا منظہر ہے۔ ازین وجہ انسان
کامل سے بجز ہدایت کے اور کچھ صادر نہیں ہوتا۔ اور وہ جو کام بھی
کرتا ہے ہدایت کے لئے کرتا ہے۔ کامیں انسان جو افراد اکمل ہیں۔
وہ حضرات انبیا و رسول علیہم السلام ہیں۔ وہ بلاشبہ عصوم ہیں اور
اویہا کی جماعت محفوظ ہے۔ اگر بے طریق نُدرت ان سے کوئی گناہ
سرزد ہو جاتا ہے۔ تو وہ فوراً توبہ و استغفار کرتے ہیں سادر یہ بھی
ہدایت کے آثار میں سے ایک اثر ہے۔ اس کی وجہ سے اوصاف
الْهَمَة تُؤَاب و عَذْوَ و غَفُور کا ظہور ہوتا ہے۔

اک جامع مظہر | جان لو اگرچہ اللہ تعالیٰ روز از لے سے
کی ذات میں اور ذرات کو نیت میں ہی اور ذرات کو نیت ان کے
منظرا ہر ہی جانتا ہے۔ لیکن اس نے ارادہ کیا کہ ایک ایسا مظہر
پیدا کرے جس میں اپنے تمام اسماء و صفات کو جو کہ خود شمارے

اللہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ انسان کامل کے فرد عالی مرتبت کو جو کہ تمام
اسماء و صفات کا مظہر اور اللہ تعالیٰ جل شانہ و عالم احسانہ کا خلیفہ، اور
کثرات کو نیت کے بقاہ کا سبب بنائے ہے۔ قطب الاقطاب قرار دینے ہیں۔
اور حضرت محمد و قدس سرہ ایسے فرد اکمل و افضل کو قیوم کہتے ہیں یہ دلوں
حضرات فرماتے ہیں۔ *إِنَّ الْقَوْمَ لَكَثُرَاتُ الْكُوْنِيَّةِ فِرْدًا وَاحِدًا*۔
لہذا قیوم کا خطاب زیادہ بہتر اور مناسب تر معلوم ہوتا ہے۔

”بِإِنْدَادِ بَاطِنِ خُودِ سَمْرَهِ كَأَنَّاتِ عَالَمِ رَا باقِي دَارِد“ قیوم ہی کا بیان ہے۔ جناب شیخ اکبر
التعاقب ہر وقت ایسے فرد کامل کا وجود برقرار رکھتے ہیں۔ لیکن حضرت مجدد بعد
ازمنہ ایسے فرد اکمل کے ظہور کا بیان کرتے ہیں جس طرح پر کہ انبیاء را ولی العزم
کا ظہور ازمنہ کثیرہ کے بعد ہوا کرتا تھا۔ ممکن ہے جناب شیخ اکبر نے فرد
کامل کا بیان کیا ہو۔ اور حضرت مجدد نے فرد اکمل کا بیان کیا ہو۔ حضرت
مجدد نے مکتوپات قدمی آہات میں چند جا ایسے فرد اکمل کا ذکر کیا ہے۔ یہ
عاجز کچھ نقل کرتا ہے۔ اپنے نے ذفردوم کے مکتوب (۱۱) میں لکھا ہے:-
”اَنَّ عَجَّلَاتِ میں سے ایک امُوجُوبہ ہے۔ اس نے خلافت پانے

فزوں ترہیں۔ کلیتیہ و جز ریتیہ مشاہدہ کرے۔ اور وہ مظہرا شی جات کی رو سے تعین اُول کا جو کہ مراتب الہیہ میں جامع ہے۔ مقابل

ربقیر حاشیہ (له صفوہ گز شتر) کی استعداد حاصل کری ہے اور امانت کا بوجھہ اکٹھا لیا ہے۔ ذرا اس کے خصائص نادرہ سنو۔ انسان کا معاملہ باطن ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ شیونات و صفاتِ الہیہ کے اقتضان کے بغیر صرف حضرت احادیثِ مجردہ کا آئینہ بن جانے کی صلاحیت پیدا کر لیتا ہے۔ حالانکہ حضرتِ ذات ہر وقت مسنجح صفات و شیونات ہے کسی وقت بھی اس کی صفات و شیونات اس کی ذات سے الگ نہیں ہوتیں۔ حضرت ذات احادیثِ مجردہ کا آئینہ بننے کا بیان اس طرح پڑے کہ انسانِ کامل جب ماسوی سے آزاد ہو کر ذاتِ احادیث کا گرفتار ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت اس کے پیش نظر صفات و شیونات بھی نہیں ہوتی ہیں۔ وہ بحکم (حدیث شریف) المر عاصِ من أَحَبَّتْ حضرت ذاتِ احادیثِ مجردہ سے ایک قسم کا مجہول الکیفیۃ الصالِ پیدا کر لیتا ہے۔ یہ تعلق اور گرفتاری حضرت ذاتِ بیوپی سے اس کو ہوتی ہے، خود اس کے لئے بیوپی اور بے مثلی کا اثبات کر دیتی ہے۔ اس وقت انسانِ کامل ذاتِ احادیث کا آئینہ بن جاتا ہے۔ اس طرح پر کہ اس میں صفات و شیونات کا انطباع نہیں ہوتا۔ صرف احادیثِ مجردہ ہی متحملی ہوتی ہے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمُ وَذَاتِ پَاْكِ جس کا انفكاں صفات سے ہرگز نہیں ہوتا۔ انسانِ کامل

اور مسائل ہو۔ اور وہ منظہر تمام مظاہر کا جامع ہو۔ لہذا اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اور اس نے انسان میں تمام اسماں اور تمام

رلیقی حاصل کیا۔ صفحہ گذشتہ، لے آئندہ میں تجد کی حیثیت سے متوجہ ہوئی ہے اور حسنِ ذاتِ حسنِ صفاتی سے تمیز ہو گیا ہے۔ یہ مرادیت اور منظہریت انسانِ کامل کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ بلا اقتراض صفات و شیونات، حضرت ذات تعالیٰ اور تقدیس بجز انسان کے کسی شے میں متجلی نہیں ہوئی ہے۔ اخراج اور دفرِ دم کے مکتوب ہے، میں لکھا ہے:-

سُنُوْ اَخْلَقَ اللَّهُ اَدْمَنَ عَلَى صُورَتِهِ رَحْدِيْثُ شَرِيفٍ)
یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ صورت سے منزہ اور پاک ہے۔ بنابریں اس حدیث کا یہ بیان ہو گا۔ کہ مرتبہ ستزیہ کے لئے عالمِ مثال میں اگر کسی صورت کا فرض کیا جا سکتا ہے تو وہ انسان جو معنی انسانِ کامل کی صورت ہو سکتی ہے۔ کسی دوسری صورت میں یہ قابلیت نہیں ہے۔ کہ وہ اس مرتبہ کی مثال اور آئینہ ہو۔ اسی لئے انسانِ کامل، خلافت کے قابل ہوا۔ جب تک کوئی شی کسی شی کی صورت پر مخلوق نہ ہو وہ اس کی خلافت کے شاپاں نہیں ہو اکرتی۔

کیونکہ کسی شی کے خلیفہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کا خلف اور ناساب متأب ہے۔ انسان جب حسن کا خلیفہ بنا تو ناچار اس کو امانت کا بوجھ بھی برداشت کرنا پڑا۔ شاہی عطیات کا بوجھ شاہی سواریاں ہی

کائنات کو ملاحظہ کیا۔ اور اس طرح پروردگار نے تمام کائنات عالم پر حم اور کرم کیا۔ اُن کے واسطے انسان کامل کی دلیل منزہ رکھا۔

(باقیہ حاشیہ ۱۹ صفحہ گذشتہ) اُنھیا یا کرتی ہیں۔ بھلا آسمانوں پہاڑوں اور زمین ٹمپو وہ جامعیت کہاں ہے کہ وہ اس کی صورت پر مخلوق ہوں۔ اور اس کی خلافت کی شایاں نہیں اور اس کی امانت کا بوجھ بھاٹھا سکیں۔ اس فقیر کو محسوس ہوتا ہے کہ بالفرض اگر اس کی امانت کا بوجھ آسمان دہمین اور پہاڑ پر ڈال دیا جائے۔ تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور ان کا اثر تک باقی نہ رہے۔ اس عاجز کے نزدیک امانت سے مراد تمام اشیاء کی قیومیت برسیل نیابت ہے۔ جو کہ افزاد انسان کے کاموں سے مخصوص ہے۔ یعنی کامل انسان کا معاملہ ایسے درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ جکب خلافت وہ تمام اشیاء کا قیوم بنا دیا جاتا ہے۔ اور سب کے وجود و بقا اور تمام ظاہری و باطنی کمالات کا افاضہ اُس کے توسل سے ہوتا ہے مگر فرشتے ہیں تو اسی سے متول ہیں اور اگر انہیں وہنی ہیں تو اسی سے والیستہ ہیں۔ درحقیقت تمام اشیاء کی توجہ اسی کی طرف ہے اور سب کی نظر کا مرکز وہی ہے۔ چاہیے ان کو اس حقیقت کی خبر ہو یا نہ ہو۔ پروردگار جل شانہ نے فرمایا۔ اَتَهُ كَانَ ظَلُومًا جَحْمُولاً۔ اس نے اپنے نفس پر بڑی ظلم کیا ہے کہ اُس نے اپنے وجود اور تواضع وجود کا حکم اور اثر تک باقی نہ رکھا۔ جب تک وہ اپنے نفس پر ایسا ظلم نہ کر دیتا۔

ویدِ الہی کے ہے۔ کیونکہ وہ تمام اسماء صفات کا منظہر ہے۔
کائنات میں سے ہر کائن صرف ایک اسم کا منظہر ہوتا ہے اور

(لبقیہ حاشیہ ۱۹ صفحہ گذشتہ) امانت کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں
ہو سکتا۔ اور وہ جہول ہے یعنی وہ نہایت ہی جہل والا ہے۔ کہ اس کو اپنے
مطلوب کا نہ علم ہے اور نہ ادراک ہے، بلکہ مقصود کے پالپینے سے عاجز اور
اس کی معرفت سے جاہل ہے۔ اس مقام میں یہی عجز و جہل کمال معرفت
ہے۔ اس مقام پر اُن میں ہوا جہل ہو گا وہی اُغْرِف ہے۔ اور اس میں
کوئی شک نہیں ہے کہ ان میں جو اعرف ہو گا۔ وہی امانت کا بوجھ اٹھانے
کے لئے لائق تر ہے۔ امانت کا بوجھ اٹھانے کے لئے یہ دو صفتیں کویا کر
علت ہیں۔ ایسا عارف جو قیومیت اشیاء کے منصب پر فائز و مشرف ہوا
ہے۔ وزیر کا حکمر کھنا ہے۔ جنلوگات کی مہماں اس کے سپرد کر دی گئی ہیں۔
انعامات اگرچہ سلطان کی جانب سے ہوتے ہیں۔ لیکن وزیروں کے توسط
سے ہی وصول ہو اکرتے ہیں۔ اس دولت کے رئیس ابوالبشر حضرت
آدم علیہ السلام ہیں۔ یہ عالی منصب بالا صالت انبیاء اولی العزم سے
محضوں ہے۔ اور ان حضرات کی تبعیت اور وراثت کی بنی پڑب کو چاہیں
اس دولت سے مشرف فرمائیں۔ ”بر کریماں کارہاد شوارنیست“ اور
دفتر سوم کے مکتوب ۰۷ میں لکھا ہے:-

”عَادَةَ الشَّرْجَارِيِّ ہے کہ وہ کمال رحمت درافت سے قردن متبادلہ“

جو کائناتِ اسم کا مظہر ہوتا ہے اس کو اُسی اسم کا علم ہوتا ہے۔
باقی اسماں کا جن کا وہ مظہر نہیں ہے یعنی علم نہیں رکھتا۔ ہر مظہر یہ

دینپریہ حاشیہ (۱۷ صفحہ گزشتہ) اور زمانہ ہائے دراز کے بعد کسی صاحبِ دولت کو فتنے کے اتمم کے بعد بقاءِ اکمل بخشنے تھیں اور ذاتِ اقدس کا ایک انہوڑج یعنی نہیں اس کو عطا فرمایا جاتا ہے۔ اور اس کا قیام پہلے جس طرح پر اپنے اصل سے تھا یعنی اسماں اور صفات سے۔ اب اس کا قیام اس انہوڑج سے ہے۔ اب پر ذاتِ عطا کردہ شدہ اس کی حقیقت ہے۔ اور ان تمام اعراضِ سابقہ کی، جو کہ وہ رکھتا تھا۔
اب انسانیِ نکال انجام کو پہنچا اور اس کے حق میں نعمتِ ا تمام کو پہنچی۔
ایک اور بات کہتا ہوں دھیان سے سنو۔ اس ذاتِ موهوب پر صرف اس خصوصی عارف ہی کا قیام نہیں ہے۔ بلکہ عالم کے تمام اعراض کا جو کہ اعراضِ محمد ہیں جیسا کہ ان کا قیام پہلے اسماں اور صفات سے تھا۔
اب ان کا قیام اس ذاتِ موهوب سے مربوط ہے۔ اُسی ایک ذات پر سب کا قیام ہے۔ عَزْرٌ "خاصِ کندنبدہ مصلحتِ عامر را"

انسان کی خلافت کا بھید جو کہ رَبِّ "جَارِ عَلِيٍّ" فی الْأَرْضِ خَلِيفَةً میں ہے اس جگہ متحقق ہوتا ہے۔ اور حدیثِ اَنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صورَتِهِ اس مقام میں واضح ہوتی ہے۔ اور یہ بات جو میں نے کہی ہے کہ ذاتِ اقدس کا ایک انہوڑج اس کو عطا ہوتا ہے۔ الفاظ اور

سمجھتا ہے کہ کمال یہی ہے جو اس میں ہے۔ اور اسماں میں مقابل موجود ہے۔ مثلاً "الملتفم" - "الغفور" کا مقابل ہے "المنصر"

(لبقیہ عاشیہ ۹۷ صفحہ گز خشہ) میدان عبارت کی نگل سے ہے درستہ اس جگہ انہوں نوجہ کے لئے کیا گنجائش ہے۔ وہ کوئی چیز ہے جو اس کی صورت پر پوری اُترے اور اس مقام میں صورت کے لئے کیا مجال۔ اور سمجھ بینا چاہیے کہ اس قسم کے بزرگ ایک ہی زمانہ میں متعدد نہیں ہوتے اور جبکہ زمانہ ہائے دراز کے بعد ایسے کامل انسان کا ظہور ہوتا ہے۔ تو پھر ایک عصر میں تعداد کی صورت کس طرح ہو سکتی ہے ساگر ایسے صاحب دولت کے ظہور کی مدت کا بیان کیا جائے تو شاید بہت کم افراد اس کا معتبر کریں۔ سَبَّنَا أَتِنَا مِنْ لَدُنْنَا مَنْ كَمْ مَرَحَتْ وَهَيْلَنَا مِنْ أَهْرَنَا سَرَّشَدَ ۱۱۷

انسان کا مل کے متعلق حضرت شیخ اکبر اور حضرت مجدد قدس سر بھی میں اختلاف نہیں ہے۔ ہر دو حضرات فرماتے ہیں کہ وہ اللہ کا خلیفہ اور بقائے عالم کا واحد ذریعہ ہے۔ اور اس کا ردحائی مقام اور مرتبہ اپنے زمانہ میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اب چاہے اس کو امام اور قاضی اقتضا کا نام دیا جائے جیسا کہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہیں یا اس کو قیوم کہا جائے جیسا کہ حضرت مجدد قدس سرہ فرماتے ہیں۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ جب کہ اس بات پر ہر دو حضرات بلکہ سب کا

انتقام لینے والا اور الغضور بخششے والا۔ بنابریں اسماء کے
منظار میں تضاد واقع ہوا اور وہ آپس میں متنازع ہیں۔ تخلیقِ

دینیہ حاشیہ ۱۹ صفحہ گذشتہ)اتفاق ہے کہ یہ فرد کامل مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ
جل شانہ و عالم احسان کے تمام اسماء صفات کا تو پھر ایسے فرد اکمل کا اتصف
اللہ تعالیٰ کے مبارک نام قیوم سے مناسب تھے تجھب ہے کہ بعض افراد
کے نزدیک قیوم کے خطاب اور لقب میں سُوئے ادب کا پہلو خطاب ہوتا
ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہ آداب شریعت و طریقت سے پوری طرح
محلى تھے۔ آپ کا تجویز کردہ نام نہ صرف جائز ہے۔ بلکہ ہتر و اولی ہے۔
چون بنوی مخفی اہل دل مگر کہ خطاب است۔ مخفی شناسنگی دل بر اخطاب ایں جا ات
حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ تعالیٰ
علیہما اپنی تالیف "عبدقات" کے مقدمہ کے بیسویں عبقرہ میں لکھتے ہیں۔
"اہل کشف و وجود اور ارباب شہود و عقول جو کہ براہن عملیت
اور اشارات نقلیہ سے مoid ہیں اس بات پر متყق ہیں۔ کہ انَّ الْقَيْوُمُ
لکثراتِ الْكُوْنِيَّةِ وَاحِدٌ شَخْصٌ۔ کثراتِ کونیہ کا قیوم یعنی قائم
اور باقی رکھنے والا شخص واحد ہے۔" الخ

یعنی یہ بات صرف حضرت شیخ اکبر اور حضرت محمد بنناہ محمد و دہلی
ہے۔ بلکہ حضرات مسلم عظام و اولیائے پروردگار کا متفقہ قول ہے۔
کیا پس بحضرات سور ادب کا ازن کاپ کر رہے ہیں اور مولانا اسماعیل

آدم کے وقت فرشتوں نے فساد اور خونریزی کا ذکر کیا ہے۔ یہ امور نژاد اور اختلاف ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ عین

(القیہ حاشیہ اللہ صفحہ کذشتہ) بھی ان سےاتفاق کر رہے ہیں۔

فائدہ : - حضرت شیخ اکبر اسماء صفات الہیہ کو حقائق امکانیہ قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت محمد و آلہ عدیہ کو جس پر اسماء صفات واجبیہ پر تو پڑا ہے۔ حقائق امکانیہ قرار دیتے ہیں۔ اور دلوں حضرات مختلف ہیں کہ اپنے فرزانہ مکمل ازانہ ان کا مل کشافت کوئی کے بتعارف کا ذریعہ ہوتا ہے اس سے جو جناب مولانا محمد اسمائیل "عبدقات" کے مقدمہ کے اکیسویں عہدہ میں ایک شبہ کا ذکر فرمائے ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

"امام ربانی کے کلام سے سمجھا جاتا ہے کہ حقائق امکانیہ کا تعین عدیہ پڑے۔ اس نوں سے انحصار کی اساس تہ جزو سے نکل جاتی ہے۔ سیکن حجر چیز۔ فاقہ بن کشف و شہود کی سمجھوڑ سے یہ بات بالا تر ہے۔ اور اس کی تہ تک پہنچنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ کیونکہ سہراں کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کہ آن یکون الشی المعدوم فضلاً عن العَدَمِ تَبَوَّهُ ما لِشَیْءٍ مُوجُودٍ اصْلَیْا کانَ اَوْ ظَلِیْا۔ یعنی جو شے نہ یہ کہ عدم ہو بلکہ معدوم ہو۔ کس طرح اُس شے کا قبوم ہو سکتا ہے جو موجود ہو چاہے اس کا موجود ہونا بالا صالت ہو یا بالظیلت ہو۔ اخیراً یہ عبارت کہتا ہے کہ یہ ایراد اُس صورت میں واقع ہوگا۔ اگر

تمام کائناتِ عالم میں موجود ہے اور خود ملائکہ میں بھی ہے۔ اسی وجہ سے آدم علیہ السلام یعنی انسان کامل کی پیدائش کے وقت انہوں نے

(بیقیہ حاشیہ وله صفحہ گذشتہ) حضرت محمدؐ حقائق امکانیہ کو صرف آئینہ ہائے عدمیتہ قرار دیتے۔ حضرت محمدؐ کا مسئلہ تفصیل کے ساتھ حاشیہ میں گزر چکا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حقائق ممکنات عدماں ہیں۔ مع ان ظلال اسماء و صفات جو ان پر پڑی ہیں۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ عدماں بمنزلہ اصول اور مواد کے ہیں اور جو ظلال ان پر پڑے ہیں وہ بمنزلہ صور حالت کے ہیں۔ یوں کہ عدماں بمنزلہ جسم کے اور ظلال بمنزلہ روح کے۔

نیا دردِ ازخانہ چنبرے نہست تو دادی ہمہ چیزوں من چیز تیست
اس طرح ماً أَصَا بَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فِيمَنَ اللَّهُ وَمَا كَاصَابَكَ
مِنْ سَيِّئَةٍ قَمِنْ نَفْسِكَ کا ظہور ہوا ہے۔ جو بھلانی اور خوبی ہے وہ تجلیات اسماء صفات واجب کے آثار سے ہے اور جو خرابی اور فساد ہے وہ اصل عدمی کا اثر ہے جو کہ نارائے شر و فساد ہے۔ وہ فردِ اکمل جو قیوم جہاں بنایا جاتا ہے۔ فدائے اکمل اور بقاۓ اتمم سے مشرف ہو کر ذاتِ اقدس کا انہو ذبح ہو جاتا ہے۔ اور اس ذاتِ مولیوب پر خود اس کا اپنا اور عالم کے تمام اعراضِ مجتمعہ کا قیام ہے۔ یہ ذاتِ مولیوب حضرت وابی العطا یا کی دین ہے۔ لا غیر۔ ذَلِكَ تَقْدِيرُ رَبِّ الْعَزِيزِ مُزِراً لِّعِلَيْهِ۔ هذا ماظهر لابی الحسن زید واللہ سب معاونہ و تعالیٰ اعلم۔

ہن کا ذکر کیا اور نزاع کیا۔ ان کو شعور تکہ نہ ہوا کہ جس عجیب کا وہ ذکر کر رہے ہیں وہ خود اس میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ اسی لئے شرع فرقہ نے دوسروں کی عجیب جوئی اور ترکیہ نفس خود کرنے سے منع کیا ہے۔

حقیقت کے اعتبار سے کائنات میں تفہاد اور مخالف موجود ہے۔ ہر کائن کی حقیقت دوسرے کائن کی بقا نہیں چاہتی۔ باوجود اس کے اللہ تعالیٰ سب کو باقی رکھنا چاہتا ہے تاکہ اس کے اسماء ظاہر ہوں۔ البتہ نلافت کے لاموج اف میں سے کوئی نہ سمجھ کسی لیکے ہیں کبھی اپنی حقیقت کی وجہ سے یہ صفاتیت نہ سمجھی کرائی ہے فند اور مقابل لی تحریکت کرے۔ اس امر کی حد لاحدت امرف، انسانِ کامل میں بہت وہ اپنی حقیقت بنا معاشر کی زار پر کسی کا ختم اور حنایف نہیں ہوتے۔

تمام عناصر اور تمام اسما اس کے اجزاء اور قوئی ہیں۔ اپنے اجزا اور قوئی کی مخالفت کوئی نہیں کرتا ہے۔ بلیں کو اللہ تعالیٰ نے آدم کا عدد قرار دیا ہے۔ وہ باعتبار صورت کے عدد ہے کیونکہ انسان کامل کی صورت "الہادی" کی منظہر ہے۔ اور ابلیں "المفصل" کا منظہر ہے۔ المفصل یقیناً الہادی نہیں ہے۔ شنوی۔

چونکہ بزرگی اسی زندگ شد۔ موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد
 چون بزرگی رسمی کا داشتی۔ موسیٰ دفعون دارنداشتی

اللہ کا خلیفہ | چوں کہ انسان کا مل کام اسم و صفات کو
تکرہ وہ اپنے باطن کی مرد سے کائنات عالم کو پا قی رکھے۔ اور
کائنات میں سے ہر کائن کو اس کے حسب احوال کمال اور فضائل
عطای کرے۔ اس بیان سے پہنچ جتنا چاہیے یہ کہ کائنات عالم کو
بقداری نے والا انسان کامل ہے۔ ایسا خیال کرنا کفر ہے۔ دیکھے والا
اور باقی رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ انسان کا مل صرف دو سیلہ
ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فیض کو مخلوق تک پہنچاتا ہے۔ خزان عالم
پر اللہ تعالیٰ نے اس کو مہر بنا کر رکھا ہے۔ جب تک یہ مہر باقی
رہے گی۔ خزان عالم میں خدل واقع نہ ہو گا۔ جبکہ انسان کا مل میں
سے ایک فرد مرتا ہے۔ اسی وقت دوسرا اس کی جگہ لیتا ہے۔ اُختر
زمانہ تک یہ سلسلہ برقراری رہے گا۔ اور عالم کا نظام برقرار رہے گا۔
اور جب دنیا میں انسان کا مل نہ رہے گا۔ اور دنیا میں اللہ کے
خاتم حضرت عیسیٰ عالیہ السلام وفات پا جائیں اور دنیا میں اللہ کے
خلیفہ اور اس کی مہربانی نہ رہے تو عظیم خدل واقع ہو جائے گا۔
انسان چھٹ جائے گا۔ اور قیامت برپا ہو جائے گی۔ اور دنیا
کا عمر ان اسی کی آبادی آخرت کو منتقل ہو جائے گی۔

قطب الأقطاب | تمام خداونق میں انسان اکمل اور اللہ کے
خلیفہ اجل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ

نیکہ سلسلہ ہیں۔ اپنے اپنے آپ کو تسلیم لفہ، آوری سے پہلے انپیار و
رسول آپ کے نام پر۔ اور وہ اللہ کے خلفاء تھے۔ آپ کی دفاتر
کے بعد خندب الائٹ اپ آپ کا نام تب اور اللہ کا خلیفہ اور کائنات
ہے ہے۔ اور وہ تمام اولیاء کا امام ہے۔ اور اس کی امامت اس
ملک پر ہے۔ گرد و گرد مولودین کرتے پڑھیتے ہے۔ تمام اولیاء
سف بہ نصف اس کے میتے آئے ہیں۔ ان اولیاء میں افراد کا شمول
نہیں ہے۔ کیونکہ "زیر" (زیر) ذمہ طلب سے خارج ہے۔ قطب الاقطاب
کے دور زیر ہوتے ہیں۔ ایسا ہمیں طرف۔ دوسرا بامیں طرف بیٹھتا ہے۔
حضرت نبیری احمد بن حنبل میں وزیروں کا مستام امامت کا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذمہ طلب الاقطاب تھے۔ اور حنفیت
ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تھے۔ شیخ اکبر نے "فتوحات"
میں لمحہ ہے کہ قطب الاقطاب ایش، وزیر راشد و مرکزی اور دوسرے اولیاء کو
جو کہ ابدال و اوتاد و غیرہ میں حکمہ دیتا ہے کہ وہ کائنات کو اللہ کا
فیض اُن کی استعداد کے موافق ہیجنگا ہیں۔ کائنات کی طلب
پرمان استعداد اور صلاحیت ہوا کرتی ہے۔ لعینی اللہ تعالیٰ
لئے اُن میں جس کامی صلاحیت رکھی ہے وہی ان کی طلب ہے۔
اور وہی ان کو ملنا چاہیے (اور قطب الاقطاب کے واسطے پیادت
کی شرط نہیں ہے۔ کہ وہ از روئے نسب سید ہو۔ بلکہ قطب الاقطاب
اگر سید ہو سکتا ہے۔ تو غیر سید بھی ہو سکتا ہے۔ مثنوی

اُن امامِ حق و فائمَ آں ولی است خواه از نسل عمر خواه از علی است
 شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحاتِ مکہ میں کھاہے کر قطب الاقوام اب
 اپنے زمانہ کے اولیا میں سب سے فضل ہے اور ولایت باطنی میں
 اللہ کا خلیفہ ہے بعض اقطاب پس ولایت باطنی کے ساتھ خلافت
 ظاہری بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ابو بکر و عمر و عثمان و علی و حسن و
 معاویہ پسرِ ترید و عمر بن عبد العزیز و متولی عباسی ہوئے ہیں۔
 اور بعض کی صرف باطنی خلافت ہوتی ہے جیسے بایزید لسطوامی اور
 ایسے اقطاب پر کثرت ہیں۔ الحمد للہ

اقطاب میں تفاضل بھی ہوتا ہے بعض افراد دوسرے بعض
 سے افضل ہوتے ہیں۔ شیخ محبی الدین عبد القادر جیلانی اقطاب
 میں افضل ہیں۔ آپ کا قدم ہر دل کے گردان پر تھا۔ یہ سارا بیان
 انسان کامل کا ہے۔

لئے اس سلسلہ میں حضرت محمد دفتر اول کے مکتوب ۲۹۳ میں تحریر
 فرمائے ہیں۔ "حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ نے فرمایا ہے۔ قدِ می
 ہدیۃ علیٰ مَرْقَبَةٌ لَّا يَرِي اللَّهَ - اللہ کے ہر دل کی گردان پر میرا
 یہ قدم ہے۔ اس سلسلہ میں صاحبِ عوارف المعارف (شیخ
 شہاب الدین سہروردی) جو کہ میرید اور تربیت یافتہ شیخ ابوالنجیب
 سہروردی کے ہیں۔ اور وہ حضرت شیخ عبد القادر کے محترم راز اور

نافعہ انسان

از انھیں انسان اگر جیہے ایک طرح کی جمعیت
رکھتا ہے۔ اور فرشتے امور کے بھی سا جد

لذتیہ حاشیہ نئے صفحہ کنز شریف مصا جوں میں سے ہیں۔ حضرت عبد القادر
ؒ نے اس قول کو از جملہ عُبُّوب قرار دیتے ہیں جو کہ حضرات مشائخ سے ہے وجوہ
بڑایا سے سُکر کے اوائل احوال میں صدور پاتا ہے۔ اور زندگی انسان
از مولانا لوز الدین عہد ارحمن جامی حضرت شیخ عبد القادر کے شیوخ میں
یہ شیخ عماودہ و باسر کو یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ بہ طلاق فراست آپ نے
حضرت عبد القادر کے متعلق فرمایا۔ کہ اس عجیبی کا ایک قدم ہے جو اپنے
وقت پر بنا مادلیا کے گردان پر ہوگا۔ اور وہ مامور ہوگا کہ قدر ہذا
وقت میں قبیلہ میں ولی اللہ ... نکے اور وہ یہ بات لکھے گا۔ اور تمام اولیاء
ابی ابرار ایسا کہ دیں گے کہ بہر حال حضرت شیخ اپنے اس قول میں حق
ہی۔ اب چاہے ان کا یہ قول از وجوہ بقایا ہے سُکر ہو یا وہ اس کے
لئے پیر ما مو ہوئے ہوں۔ آپ کا قدم آپ کے زمانہ کے اولیاء کے گردن
پر نکلا۔ اور اس وقت کے تمام اولیاء آپ کے قدم کے نیچے تھے۔ الخ۔ اور
اسی مکتب میں لکھا ہے۔ ”آپ سے پہلے اولیاء کے پارے میں یہ حکم
کہب دیست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان پہلے اولیاء میں صوابہ کرام کی جاتی
بھی ہے۔ اور وہ یقینی طور پر حضرت شیخ سے افضل ہیں مادور آپ کے بعد
کے پارے میں بھی درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بعد میں آنے والوں میں

لیکن اس کے واسطے فرشتوں کا سجدہ اور ان کی اطاعت سر اسر
و بال ہے۔ کیونکہ شیدھان نے اس کو نہ سجدہ کیا ہے اور نہ اس کا مطبع

(باقیہ عاشیہ شہ صفحہ گذشتہ) سے حضرت مہدی بھی ہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قدم کی بشارت دی ہے اور اپنی اُمت کو
ان کے وجود کی بشارت دی ہے اور ان کو خلیفۃ اللہ فرمایا ہے۔ اور
پھر حضرت علیہ السلام انبیاء و الوالعزیم اور سابقین میں سے ہیں
اور اس شریعتِ مطہرہ کے متابع ہوں گے۔ ان کے اصحاب کا مرتبہ اصحاب
ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم سے متحق ہو گا۔ اور اس اُمت کے متاخرین کی
بزرگی ان سے ثابت ہے اور ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد گرامی لا یک مرسیٰ اول لہم حیراً ام آخر هم اس کی
طرف اشارہ کرتا ہو۔ پھر حال حضرت شیخ عبدال قادر کی شان بڑی ہے اور
ان کا درجہ بلند ہے۔ اور دلایتِ خاہیٰ، محمدیٰ کو از راہِ رطیفہ ہر نقطہ
آخریک پہنچا یا ہے۔ اور اس دائرہ کے سر جلقہ ہیں۔ اور اسی مکتب میں لکھا
ہے۔ "حضرت شیخ عبدال قادر کے مریدوں میں سے ایک جماعت ان کے
متعلق بہت غلو کرتی ہے۔ اور وہ محبت میں حضرت علی کے محبان شیعیں
کی طرح افراط میں پڑی ہے۔ اس جماعت کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ دو
حضرت شیخ کو اولیاً معتقد میں و متاخرین سے افضل سمجھتے ہیں۔ اور معلوم
نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کا اپنی فضیلت دستے ہوں۔ یہ افزائی محبت
کا اثر ہے۔"

ہے۔ بلکہ شیطان اس پر غالب گیا ہے اور وہ شیطان کا مطیع اور فرماں بردار ہو کر رہ گیا ہے۔ شیطان اس سے جو کچھ کہتا ہے وہ اس پر عمل کرتا ہے۔ جب بھی ناقص انسان کسی گناہ کا ارادہ کرتا تو شیطان اس کی مدد کرتا ہے اور فرشتے اس کو نہیں روکتے اور نہ اس کا معابر غمہ کریں۔ کیونکہ وہ اس کے ساجد اور منقاد ہو چکے ہیں۔ ناقص انسان جب بھلائی کا ارادہ کرتا ہے مفرشتن خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ اس بھلائی کو کر لے لیکن شیطان اس کو روکتا ہے کیونکہ وہ اس کا نہ ساجد ہے اور نہ منقاد۔ اس نے وہ اس سے محارضہ کرتا ہے۔ اور اچھے کام سے مانع ہوتا ہو اور چونکہ اس نے شیطان کی فرماں برداری اختیار کر لی ہے۔ اس نے وہ اس کے مشورہ پر عمل کرتا ہے اور اچھے کام کو حضور دیتا ہے۔ اور وہ اس حد تک شیطان کی فرماں برداری کرنے لگتا ہے کہ وہ شرک کر کے مشیر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے بچائے۔ ایسا ناقص انسان اگرچہ اپنی شکل و صورت سے انسان ہے لیکن وہ درحقیقت اسفل سافلین ہے۔ اس کی صورت انسانی سے اور وہ حکم میں بہاء حکم کے ہے بلکہ ان سے بھی کمرت ہے۔ **إِنَّهُمْ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ**۔ ایسے افراد جوانات کی طرح ہیں بلکہ حیوانات سے گراہ تر ہیں۔

النَّاسُ كَامُلُواْ نَاقُصٌ [اللہ تعالیٰ نے کامل اور ناقص

اللہ نے تمام مخلوق پر امانت پیش کی رسم بے قبول کرنے سے انکار کیا۔ کیونکہ ان کی نمائات میں اس کی صلاحیت نہ تھی وہ ڈرے اور اس بوجھ کو نہ اٹھایا۔ ان ان کی نمائات میں صلاحیت تھی اس نے یہ بوجھ اٹھا لیا۔ اس نے ان ذمہ دار لوں پر نظر نہ ڈالی جو اس پر عائد ہو رہی تھیں۔ اور نہ ان تکلیفات کو خیال میں لا یا جو اس کو پیش آنے والی تھیں۔ حافظہ کہتے ہیں۔

آسمان پا بر آمانت نه توانست کشید
قرعه فال به نام من دلواه زند

صوفی حکیم سے | شیخ اکبر نے فتوحات میں لکھا ہے ۔ صوفی
حکیم ہے ۔ یعنی حکمت والے میں اور یہ
نہ فاطمی سے خوبیت ہے کہ حکمت خیر کشیر ہے ۔ اللہ تعالیٰ غرور

۱۲۵ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے انسان کامل کو صوفی فرار دیا ہے ۔ صوفی
کس کو کہتا ہے ہیں ڈاکس کے متعلق مختصر طور پر بھی لکھا جاتا ہے ۔

۱۔ بعض افراد نے کہا ہے ۔ چونکہ زیاد تر زہاد و عباد کا باب سر ہوت
کا ہوا کرتا تھا ۔ اسرائیل نے اس مبارک جماعت کو صوفی کیا جانے لگا ۔

۲۔ بعض افراد نے کہا ہے کہ یہ لفظ صفا سے مشتق ہے ۔ چونکہ ان
پیغمبربندوں کا باشنا عاصف ہے ۔ اصل لئے ان کو صوفی کیا گیا مصانی
صوفی حتیٰ صحیح انصوف ۔

۳۔ کہ نہ کہا ہے کہ یہ لفظ مُسنَّہ سے مشتق ہے ۔ اور صفة کے متعلق
دوقول ہیں ۔

پہلا قول ۔ صفتہ بمعنی چبوترہ ۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں آپ کی مسجد شریف کے سامنے ایک چبوترہ بنایا ہوا تھا اور
کھجور کے تنوں سے اس کی چھرتی بُی ہوئی تھی ۔ صحابہ کرام کی وہ جماعت
جن کی نہ بیوی بکے تھے اور نہ مال دلختر تھا دہ اس مبارک چبوترہ پر
زبر سایہ رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم رہا کرنے تھے ۔ اس مبارک
جماعت کو اصحاب صفة کہا کرنے تھے ۔ ان کی مناسبت سے اللہ کے

ہے۔ وَمَنْ يُوْقَى الْجِلْدَهُ فَقَدْ أُوْقِيَ خَيْرًا كَثِيرًا۔ جس کو حکمت میں اس کو بڑی خوبی ملی۔ جس شے کا بیان اللہ تعالیٰ کثیر سے

و بقیہ حاشیہ ۲۷ صفحہ گزشتہ) نیک بندوں کو صوفی کہتے لگے۔
دوسراتوں :- صُفَّہ ایک قبیلہ تھا جو بیت اللہ کی خدمت کیا کرتا تھا اور اس مناسبت سے اس چنائیت کو صوفی کہا گیا ہے۔

ہم کسی نے کہا ہے کہ یہ لفظ صُفُّ سے مشتق ہے کیونکہ یہ نیک بندے اللہ تعالیٰ کی جانب میں پہلی صفت کے افراد میں سے ہیں۔
اکابر نے اس طرح کی مناسبات کا ذکر کر کے صوفی کی تشریح کی ہے ان تشریحات کو دیکھ کر بعض افراد نے لکھا ہے کہ صوفی کی طرف صوفی کی نسبت درست ہے۔ لیکن بقیہ تشریحات میں کلام ہے کیونکہ صفا کی طرف نسبت صفوی ہے اور صُفَّہ اور صُفُّ کی طرف نسبت صofi ہے ان افراد کا اعتراض اپنی جگہ یہ جانہیں کیونکہ صرف اشتقاق کی رو سے صوفی کا اشتقاق صُفَّہ سے یا صُفَّہ سے یا صُفُّ سے یا وَصُفَّ سے درست نہیں اور عام طور پر اشتقاق صرفی ہی مشہور ہے۔ اور اکابر نے ان الفاظ سے صوفی کا اشتقاق۔ صرفی اشتقاق کی رو سے نہیں کیا ہے بلکہ ان کی مراد لغوی اشتقاق ہے چونکہ لغوی اشتقاق کا بیان عام نہیں ہے۔ اس لئے یہ عاجز مختصر طور پر اس کا بیان کرتا ہے۔

کتابت قبول نہیں ہو سکتی۔ اسوفی کی نظر تمام ہے کہ اسے پرستی ہے۔
لہجہ میں بھی تسلیم ہے کہ اکٹھات میں سے بہر کا من۔ بہر شہر

بڑی اشیاء کا سفر کرنے والے بڑے دنیوں کا سفر ہے۔
اس کا بیان ہے۔ اس کا بیان ہے۔ اس کا بیان ہے۔ اس کا بیان ہے۔
دوسرا حسن بن محمد زندگی کی خوبی سے توجہ بہ
کرنے والے اس سے چھوڑا امر نہیں بلکہ اس کی رفتار کا کام
کرو جائے۔ دریا اور دریا کا افغان اور الفتح بن جنہیں خوبی سے
کوئی بہبیس نہیں ہے۔ ترک کتاب نہیں اس ایک عالم مشہور ہے۔
کوئی دنیا کی رفتار میون ہے۔ حافظہ بن ذہبیہ نے اسے کہ
نایاب ہے۔ اس انتہاق کی نیجیات از عجایبات دعڑا بیان ہے۔ چھوڑنے
کی وجہ سے اسی وجہ سے خلقت الحمد و نعمۃ الرحمۃ انہ من امیتی
اس فہرست کے صول کا ذکر نہیں رہتے اپنی کتابوں میں نیا ہے۔ سیدومی
المزبد - احمد راغب باشنا - الحنفیہ ساحد فارسی شہریاں نے سراللیان
فی التلب والابداں - یہ عہدین حسن فیض نے العلم اخلاق من
علم اخلاق اخلاق لکھی ہے ان کے علاوہ اور تایفات بھی ہیں۔ یہ عاجزانے
استاد شیخ احمد لا سکندر رانی رحمہ اللہ کے طلباء کے لئے لکھا ہے۔ مختصر طور پر
اخلاق اخلاق کا بیان کرتا ہے۔

کی حکمت جاری اور ساری ہے۔ اللہ نے امانت انسان کے سر و کردی ہے اور یہ لو جھا سس پر رکھ دیا ہے۔ اللہ نے انسان پر

(باقیہ حاشیہ ۲۰ صفحہ گزشتہ) ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے، لفظی اور معنوی مناسبت کی وجہ سے کچھ تغیر کے ساتھ لینے کو اشتقاق کہتے ہیں اور اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ صغير:- یہ وہ اشتقاق ہے کہ دلنوں لفظوں میں تناسب، معنی اور حروف اور ترتیب حروف میں ہو۔ جیسے فعل سے فعل یا فعل۔ مفعول ماس اشتقاق کا بیان تفصیل کے ساتھ علمائے صرف نے کیا ہے۔ اور یہ از میادِ لغوی نہیں ہے۔ بلکہ صرف اس میں بحث کرتا ہے۔

۲۔ بiger:- یہ وہ اشتقاق ہے کہ دلنوں لفظوں میں تناسب معنی اور حروف میں ہو۔ ترتیب میں نہ ہو۔ جیسے جَبْذَا اور جَذْبَا۔ اور جیسے صفا اور صوفی۔ یا وصف اور صوفی۔

۳۔ اگر:- یہ وہ اشتقاق ہے کہ دلنوں لفظوں میں تناسب جنس معنی اور مختار حروف میں ہو۔ جیسے نہق (گہے کی آواز) اور نعقر کوئے کی آواز) اور جیسے نفس اور نفث۔

اس فن لطیف کے سمجھنے سے زباندانی میں ملکہ پیدا ہوتا ہے اس فن میں ہر حرف کی خصوصیات کو بھی دیکھا جاتا ہے۔ مثلاً علماء نے کہا ہے کہ حجہ لفظ میں جیسی ہو اور لون ہو اس کے معنی میں یک گونہ

رحمت کی نظر دالی تاکہ وہ کائنات پر حم کرے اور ان پر شفقت کی نظر دالے۔ امانت کے طریقہ کو ہر ایک کے ساتھ برنتے ہو جو حقوق اللہ نے جس کو عطا کئے ہیں۔ وہ ان کو پوری طرح ان کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اعیان کو مختلف استعدادات سے نواز ہے۔ جس کو جو استعداد ملی ہے۔ اُسی کے مطابق اس کو دیا جائے۔ اللہ نے انسان کو خلافت دی ہے۔ مخلوق میں کسی اور کو یہ فخر حاصل نہیں۔ اللہ کا خلیفہ اس کا این ہے۔ اور وہ اس کے ستر کر دو طریقہ سے سُر مُواخرا ف نہیں کر سکتا۔ وہ اللہ کی مخلوق کو وہی پہنچائے گا جو ان کے واسطے مقرر کیا گیا ہے۔ وہ

لہ پر یہ دو شیعہ لئے صفحہ گذشتہ بخفا اور تستر ہو گا۔ جن - جنان - جنون - جنین۔ ان سبھا میں کسی نہ کسی طرح پوشیدگی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ جن نظر دل سے پوشیدہ ہے۔ جنان بعضی بانحات پر پور کا سایہ کر کے چھپتا تے ہیں۔ جنون میں عقل پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ جنین شکم مادر میں چھپا ہوا ہے۔ اور با اور زا کے مدلول میں خود اور ظہر پایا جاتا ہے۔ جبکے بُرَخ - بُرَرَ - بُرَث - بُرَق - بُرَل۔ اسنا ذا حمد الاسکندرانی کو اس فن میں خاص ملکہ حاصل تھا جبکہ مجمع لغتہ بی خرزی کی تشکیل ہوئی تو یہ اس کے ایک رکن کیں تھے۔ رحمہ اللہ

امانت میں وہی تصرف کرے گا جس کا حکم اُس کو ملا ہے۔ اگر اُس نے اس امر میں کوتا ہی کی اور امانت پوری طرح ادا نہ کی۔ تو وہ ظلم و جہول ہے۔ یعنی بڑا ہی ستمگر اور نادان۔ کیونکہ حکمت جہل اور ستم کے منافی ہے۔ جو شخص امانت کا حق ادا نہ کرے وہ حکیم نہیں ہے۔ لہذا اخلاقِ الہیہ سے متخصیف ہونا ہی تصور ہے۔

شیخ الجہر کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ انسان کامل صوفی ہے۔ وہ اللہ کی خلوق کو ان کا حق پہنچاتا ہے۔ اور حق سے مراد وہ صلاحیت اور استعداد ہے جو کہ اس عین میں ہے۔ لہذا انسان کامل ہر عین کو اس کی استعداد کے سطابق دیتا ہے۔

چاہے شریعت کی رو سے وہ حق ہو یا حلم۔ ابو جہل کا حق وہی تھا، جس کی استعداد اُس کے عین میں تھی اور وہ کفر نا فرمائی اور دوزخ میں خلوٰہ سے مرتبہ بثوت میں یعنی اعیان کے اظہار کے وشت کائنات کو جس امر کی صلاحیت تھی ہے۔ انسان کامل ان کو وہی پہنچاتا ہے۔ یہی اللہ کا طریقہ ہے۔ انسان کامل اللہ ہی کے طریقہ پر عمل کرتا ہے۔ اور اسی کا نام مخلق ہے اخلاقِ الہیہ ہونا ہے۔ اور اسی کو حکمت بھی کہتے ہیں۔

صوفی سے متعلق یہ بیان کہ وہ ہر کائن کو اس کے حسب استعداد حصہ پہنچاتا ہے۔ صوفی کے باطن کی رو سے ہے۔ کیونکہ انسان کامل باعلم و دافش اپنے باطن کے فریعہ سب کو

ان کے تقدیق نہیں اتاتے۔ اور صوفی جو کہ انسان کامل ہے اپنی نظری
حکومت ہے اس کے نام "الہمادی" کا مظہر ہے، وہ مکارم اخلاق سے
خوازائیں ہے، وہ اچھے اخلاق والا ہے۔ وہ سب کے ساتھ اچھے
اخلاق سے پیش آتے ہے۔ شیخ اکبر نے فتوحات میں دوسری جگہ اس کے
بيان اس طرف پر کیا ہے کہ صوفیہ وہ افراد ہیں جو خلق خدا کے ساتھ
مکارم اخلاق الہمیہ کی مراعات کرتے ہیں اور یہ بات غیر صوفی کے
لئے بھی نہیں۔

فیض پر ایسی طرح یہ حقیقت ظاہر ہے کہ مخلوق خدامیں سے
برف دو اس عکر کرنے کسی کے لیس کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ ایک ہی
جیزربک اور دعا کا اور دوسرا کے کی عدم رخصاً سبب ہوتی ہے۔
لہذا سب کے ساتھ مکارم اخلاق کے ساتھ پیش آنا محال ہے
یہ تصریح ان افراد کے ساتھ مکارم اخلاق کی مراعات کرتے ہیں۔ جو
اس کے اہل ہوتے ہیں۔ اور نااہل افراد کے ناراض ہونے کی طرف
ملتذمت نہیں ہوتے۔ ان حضرات مکارم اخلاق کے شایعوں،
اللہ تعالیٰ، ملا گکہ، رسول، انبیاء اور اولیاء کو پایا۔ ان کے
ساتھ مکارم اخلاق سے پیش آئے۔ اور پھر حیوانات و نباتات کے
ساتھ مکارم اخلاق کو استعمال کیا۔ اشرار تقلید کیے جو انس
کے اشرار کے ساتھ انہوں نے مکارم اخلاق کا استعمال نہیں کیا۔
البته امور مباحثہ میں ان کے ساتھ بھی مکارم اخلاق کی مراعات

روارکھیں۔ ان حضرات کا خلقِ خدا سے پہ مکارِ مُحَمَّد اخلاق پیش آنا، اللہ تعالیٰ سے پہ مکارِ مُحَمَّد اخلاق پیش آنا ہے۔ اگر یہ حضرات حامیوں تھے تو حدودِ الہمیہ کے اجراء میں کسی کی رعایت نہیں کریں گے۔ لیونکہ حدود کا جاری کرنا۔ اللہ کے ساتھ پہ مکارِ مُحَمَّد اخلاق پیش آنا ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے معلوم ہو گیا کہ صوفیہ انسان کامل میں لہذا ان کو اخلاقِ شرعیہ سے متصرف ہونا چاہیے۔ وہ مخلوقات میں اپنے باطن سے تفرف کرتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ پارِ امانت کے اٹھانے میں ناقص انسان بھی کامل انسان کے ساتھ شریک ہے۔ لیکن وہ ادائے امانت نہیں کرتا۔ لہذا وہ ظلم اور جہول ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ امانت سے مراد اسرارِ الہمیہ میں۔ اور امانت کے ادا کرنے کا یہ مطلب ہے۔ کہ اسماء الرحمۃ سے اپنے کو متخلق کرے اور ہر صاحبِ حق کو اس کا وہ حق ادا کرے جو کہ اس اسم کا معنی ہے کہ جس کا وہ منظہر بنائے۔

سب تحریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے اور اس کی رسمتیں اُسی کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آں اور اصحاب پر نازل ہوں۔

پارِ الہما تو اس بندہ گنہگار کی براستیوں کو بھلا کیوں سے اور اس کے اخلاقِ مظلومہ کو مکارِ مُحَمَّد منورہ میں تبدیل کر دے۔
راشتہت الرسالۃ

خاتم کو

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کا مسلک علامہ بجز العلوم حملہ اللہ
لے آنحضرت میں بیان کر دیا ہے اور جد امجد عاشر حضرت محمد
الله تعالیٰ قدم دو ہوئے کہ آپ کے مکاتیب اور رسائل سے
یہ عبارت ہے جسے بیان کیا ہے ۔ اختصار کے پیش نظر صرف اصولی
اور اقسام اخلاقیات کا تکمیل کیا گیا ہے فروعی اور جزئی اخلاقیات کو
ترک کر دیا ہے دو لیکن حصہ اسٹ کے مسلک میں اصولی اور حقیقی
اخلاقی وجہ ہے اور اس عبارت کو ان افراد پر تجویز ہوتا ہے ۔
جنماں دلوں اخلاقیات کے اختلاف کو صرف لفظی اختلاف سمجھتے اور
ثابت کرنے کی اوشش نہ کرتے ہیں اس مسلمانہ میں یہ عبارت میں مسائل
یہ تھوڑا صعبہ ہ کرتا ہے ۔

ا۔ شیخ اکبر صرف ایک وجود کے قابل ہیں اور وہ وجود اللہ تعالیٰ
کا ہے جو شخص دوسرے وجود کا قائل ہوتا ہے ۔ ان کے نزدیک وہ
شرک کر رہا ہے ۔ ان کے نزدیک کائنات کی حقیقت علم الہی ہے ۔
چون کہ اللہ کا علم ازلی ابدی ہے اس لئے کائنات کی حقیقت بھی
ازلی اپری ہے ۔ وہ کائنات کی حقائق کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں ۔
اعیان کو خارج کی ہوا تک نہیں لگی ہے ۔ کائنات کی جو شکل اور

صورت نظر آرہی ہے وہ اعیان کا موبہومی عکس ہے۔ اور چونکہ یہ موبہومی عکس اللہ تعالیٰ کی صنعت ہے اس لئے وہ زائل نہیں ہوتی۔ بلکہ اس پر عذاب و ثواب مرتب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ظہور اس میں ہوا ہے۔ اور وہی اس میں متجھی ہے۔ لَا هُوَ جُوْدَ
إِلَّا اللَّهُ۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں۔ اللہ کی ذات واجب الوجود ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ اس لئے اپنی قدرت کا ملک سے عدم سے ممکن کو پیدا کیا۔ عدم ہر شر و فساد اور ظلم بیت دخرا فی کامادی ہے۔ یہ عَدْمِی حصہ بمنزلہ اصل اور مادہ کے ہے۔ اس عَدْمِی حُصْنَہ پر اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا خلیل و پرتوپڑا۔ جس اسم و صفت کا پرتوپڑا جس کی اصل پر شزادہ اس صفت سے متصل ہوا۔ اگر اسم الہادی کا پرتوپڑا ہے تو پڑائیت پائی۔ اگر العلیم کا پرتوپڑا ہے تو علم سے محلى ہوا اور اگر المفضل کا پرتوپڑا ہے۔ تو ضلالت میں پڑا۔ اسی طرح باقی صفات کی کیفیت ہے۔ آپ ممکن کا عَدْمِی وجود ثابت کرتے ہیں جو کہ بہمین ظلال اوصاف الہیہ قائم ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ظلل عین اصل نہیں ہے۔ آپ کے نزدیک ممکن کا وجود نہ ازملی ہے بلکہ نہ ابدی۔ اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ اور اس کے لئے فنا ہے۔

حضرت محترم کے سلک کی تائید اس حدیث حسن سے

ہوری ہے۔ جو جامع ترمذی کے باپ افتراق ہذہ الائمهٰ ر
میں عبداللہ بن عمر و سے مردی ہے۔ یقول سمعت رسول
الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول انَّ اللَّهَ تَهَارُكُ دُقَانَيِ
خَلْقَهُ فِي ظُلْمَةٍ فَإِنَّمَا يَعْلَمُ مِنْ نُورٍ كَمَنْ
أَصَابَهُ ذَلِكَ النُّورُ اهْتَدَى وَمَنْ أَخْطَأَهُ فَضَلَّ فَإِذَا
أَقُولُ جَفَّ الْقَدْرُ عَلَى عِلْمِ اللَّهِ - بعین اللہ تبارک و تعالیٰ
نے خلقت کو ظلمت میں پیدا کیا۔ پھر اپنے نور کی بحثی ان پر کی۔
جس پر وہ نور پڑا اس نے ہدایت پائی اور جو مجدد رہا وہ گراہ
ہوا۔ لہذا یہ کہتا ہوں کہ اللہ کے علم پر قلم خشک ہو چکا ہے۔
بعین جو کچھ اللہ کو منتشر رکھا۔ وہ لوح محفوظ میں لکھا چکا ہے
اب رو دبدل کا خیال بیکار ہے۔

جہاں حضرت وجود ہے۔ وہ نوری نور ہے۔ آنکہ نُورُ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ - عدم ہی ظلمت ہے اور وہی بے نور اور شر و فساد کا
ماوی ہے۔ کائنات کی اصل دہی ہے اور اس پر اسماء و صفات
کی بحثی ہوئی۔ جس اصل پر جیسی اسم و صفت کا نور پڑا وہ اس
صفت سے بہرہ اندو ز ہوا۔ اور جسی اسم و صفت کا نور نہیں پڑا۔
اس سے بے بہرہ رہا۔ ممکن کون قائق ایسی اصل سے اور
کمالات اسماء و صفات کی تجییات سے طے ہیں۔ اس طرح
”مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ

سَيِّدَةُ الْفِتْنَاتِ "کی تفسیر واضح ہوئی۔ یعنی جو مجملانی کا تجھے کو پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جو بُرَائی کا تجھے کو پہنچے پہ بیرے نفس کی طرف سے ہے۔ ممکن کا وجود ہے اور وہ وجود اپنے اجزا سے، اپنی صورت سے اپنی حقیقت سے ممکن اور حادث ہے۔ اس کی حقیقت کے لئے وجوبی تعین کسی طرح ہو سکتا ہے۔ اس کی حقیقت پر اسماء و صفات کا نور و ظل پڑا ہے اور وہ ظل موسوی نہیں ہے بلکہ حقیقی ہے اور اس ظل سے اس کی حقیقت کا قیام ہے۔ اور وہ ظل عین اصل نہیں ظل کو عین اصل نہیں کہا جاسکتا۔

۲۔ شیخ اکبر ہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے مرتبہ ذات میں غنا ثابت ہے۔ مرتبہ صفات و افعال میں غنا ثابت نہیں ہے۔ بلکہ وہ ممکنات کا محتاج ہے۔ کیونکہ موصوفات کے بغیر صفات کا ظہور نہیں ہوتا۔ حضرت مجدد فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت وہر حال میں غنی ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے بلکہ مخلوق اس کی محتاج ہے یا أَيُّهَا النَّاسُ أَنذِرُ الْفُقَرَاءِ عِرَابَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ۔ اے لوگو! اللہ کی طرف تم ہی محتاج ہو اور اللہ ہی ہے پردا اور سب تعریفوں والا ہے۔ ممکنات کے اوصاف اپنے ظہور میں موصوفات کے محتاج ہیں۔ پر درودگار کے اوصاف کو احتیاج سے کیا کام۔ ۵

اے برتر از خیال و قیاس و مگان و دہم
وزہرچہ گفتہ اند و خنید یم و خواندہ ایم

اُس کی معرفت حاصل کریں۔ ۷

ہنرِ خدمت کے خدمتِ سلطان ہمی کرنی
ہنرِ شناس از و کے خدمت بداشت

۴۔ شیخ اکبر کے نزدیک ولایت کا اعلیٰ مقام بجز وحدت میں
غوطہ لگانا اور وہ توحید وجودی کا حاصل کرنا ہے۔ سالک اس
بجز وحدت کے اس کو کچھ پیدا کنار میں شناوری کرتا رہے۔ بجز وحدت کے اس کو کچھ
نظر نہ آئے اور اس کے قن کا ذرہ ذرہ "ہمہ اوست" کی
لکھا رکھے۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں۔ تو حید وجودی مقام یک بلندی ہے
جو سکر و مذہبی کام مقام ہے۔ اور یہ ولایت کا ادنیٰ مقام ہے
اور اس سے بالاتر دائرہ ظلال ہے۔ جب سالک اس مقام
میں داخل ہوتا ہے۔ وہ اسماء و صفات کے ظلال میں سیر کرتا
ہے۔ اور اس سے بالاتر مقام عبدیت ہے۔ یہ حضرات انبياء
علیہم السلام کا مقام ہے۔ اس میں صحوہ آنکھی ہے۔

سالک کی زبان پر توحید وجودی کے مقام میں لا محالہ
"لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ" جاری ہو گا۔ اور دائرہ ظلال میں "سُبْحَانَ رَبِّنَا مَا أَنْتَ عَلَيْنَا"
شایعی کی صدا بلند ہو گی۔ اور مقام عبدیت میں "لَا أَحْصَى
ثَنَاءً عَلَيْكَ" کے مبارک الفاظ آئیں گے۔ یہ مقام فرق ہے۔ اس
مقام میں "الْعَبْدُ عَمَدَ فَالرَّبُّ رَبَّ" کے اسرار لکھتے ہیں۔

حضرت مجدد نے ان تینوں مقامات کا ذکر درفتر اول کے مکتوبہ میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تینوں مقامات کی سیر کرائی ہے۔ چنانچہ از روئے کشف و بصیرت فرمائے ہیں۔ کہ ”ہمہ اوسست وہ شخص کہہ سکتا ہے جو مقام توحید وجودی میں ہے اور جو شخص اس مقام میں نہیں ہے وہ ”ہمہ از وست“ کہے گا۔ آپ نے لکھا ہے کہ مکتبات و رسائل میں اس درویش سے بلکہ ہر سالک میں علوم اور معارف کے بیان میں جو تفاوت ظاہر ہوا ہے۔ وہ ان ہی مقامات متفاوتہ کے حصول کی وجہ سے ہے۔ ہر مقام کے علوم اور معارف جدا ہیں اور ہر حال کا نیا قال ہے۔

غدایست آن کہ ذات بے مثال

نه گرد دسرگز از حاۓ پر حاۓ

ابی و سوای لا احصی شناخت علیک انت کہا اثنت
علی اذ فیک -

مناجاتے اگر باید بیان کرو

ہ بیتے سکم قناعت می توں کرد

محمد از تو می خواہم خدا را

الہی از تو عشق مصطفی را

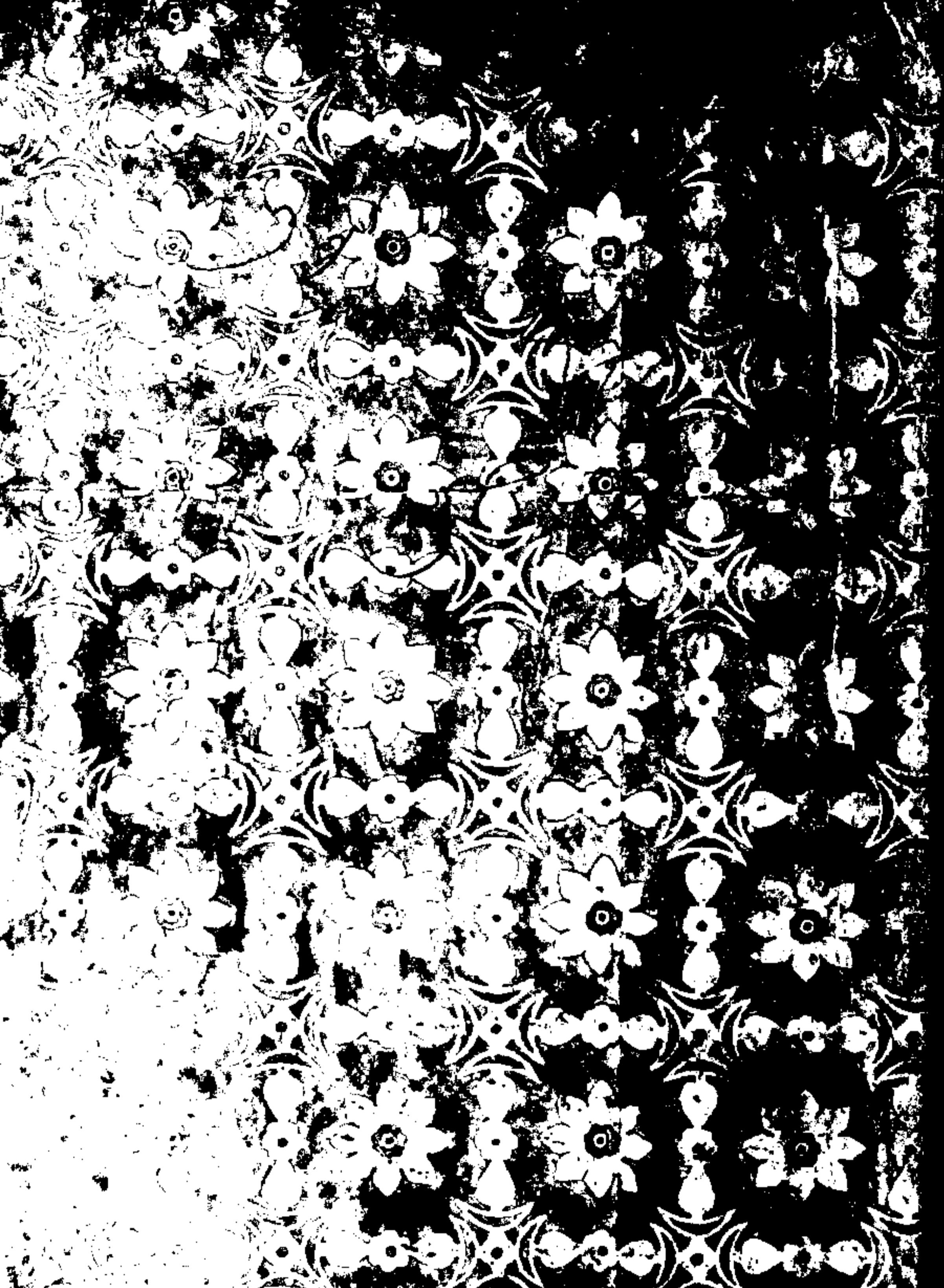
الحمد لله أولاً وأخرًا والصلوة والسلام على سيدنا
محمد وعلي آله وآصحابه أجمعين



Marfat.com



Marfat.com



442